طالب علم کا زیور

(اضافہ وتنقیح شدہ دوسرا ایڈیشن)

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ

(سابق ممبر کبار علماء بورڈ و رکن دائمی کمیٹی برائے افتاء)

ترجمہ

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

صوبائی جمعیت أہل حدیث ممبئی

طالب علم کا زیور

(اضافہ وتنقیح شدہ دوسرا ایڈیشن)

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ

(سابق ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے افتاء)

ترجمہ

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

صوبائی جمعیت أہل حدیث ممبئی

© حقوق طبع بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	طالب علم کا زیور
تالیف	:	فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ
ترجمہ	:	ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
مقدمہ	:	فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ متحدہ عرب امارات)
سنہ اشاعت	:	رمضان ۱۴۴۴ھ مطابق مارچ ۲۰۲۳ء
تعداد	:	دو ہزار
ایڈیشن	:	دوم (تنقیح واضافہ شدہ)
طباعت	:	A1 گرافکس اسٹوڈیو | +91-9819189965
صفحات	:	۱۳۲
قیمت	:	
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

✧ دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی، 14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070 ٹیلیفون: 9892255244

✧ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی، فون: 226526 / 225071

✧ مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709، فون: 02356-264455

فہرست موضوعات

فہرست مضامین 3

عرض ناشر (دوسرا ایڈیشن) 7

عرض مترجم (دوسرا ایڈیشن) 9

عرض ناشر (پہلا ایڈیشن) 10

عرض مترجم (پہلا ایڈیشن) 12

مقدمہ: از فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ متحدہ عرب امارات) 14

علامہ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ کی مختصر سوانح [مترجم] 27

مقدمہ مولف 33

پہلی فصل: طالب علم کی ذاتی خوبیاں ________ 37

① علم عبادت ہے 37

② سلف صالحین کے نقش قدم پر گامزن رہو 41

③ اللہ کے خوف وخشیت کا التزام 42

④ ہمیشہ اللہ کی نگہداشت کا احساس 43

⑤ تواضع اختیار کرنا، غرور وتکبر اور تعلی سے اجتناب کرنا 44

⑥ قناعت پسندی اور دنیا سے بے رغبتی 46

⑦ عِلم کی رونق سے آراستہ ہونا 47

⑧ مروءت سے آراستہ ہونا 49

⑨ مردانہ خوبیوں سے متصف ہونا 49

⑩ نازونعمت اور عیش وعشرت سے اجتناب 50

⑪ لغو اور فضول مجلسوں سے اعراض 52

⑫ گپ شپ اور شور وغُل سے اعراض 53

⑬ نرم گفتگو 54

⑭ غور و فکر 54

⑮ ثابت قدمی، ٹھہراؤ، صبر و ضبط اور جفاکشی 54

دوسری فصل: حصول علم کی کیفیت کے آداب 55

⑯ طلب علم کی کیفیت اور اُس کے مراتب 55

⑰ علماء و مشائخ سے علم حاصل کرنا 61

تیسری فصل: استاذ کے ساتھ طالب علم کے آداب 66

⑱ استاذ کا ادب و احترام 66

ایک اہم تنبیہ 68

⑲ اے طالب علم! استاذ ہی تیرا اصل سرمایہ ہے 69

⑳ درس میں استاذ کی چستی اور نشاط 69

㉑ دورانِ درس و مذاکرہ استاذ کی باتیں لکھنا 70

㉒ بدعتی سے علم حاصل کرنا 71

چوتھی فصل: ہم سبقی کے آداب 79

㉓ برے ساتھی سے بچو 79

پانچویں فصل: علمی زندگی میں طالب علم کے آداب 81

㉔ علم میں بلند ہمتی 81

㉕ طلب علم کی حد درجہ جستجو 82

㉖ حصول علم کے لئے سفر 83

(۲۷) علم کی تحریری حفاظت 84

(۲۸) علم کو بطور رعایت ونگرانی حفظ کرنا 86

(۲۹) یادداشت کی ہمیشہ نگہداشت 87

(۳۰) اصول پر فروع کی تخریج کے ذریعہ تفقہ 88

(۳۱) حصول علم میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانا 92

(۳۲) علمی امانت 94

(۳۳) سچائی وراست گوئی 95

(۳۴) طالب علم کا ڈھال 97

(۳۵) اپنے رأس المال یعنی عمر کے لمحات کی حفاظت 98

(۳۶) نفس کی راحت رسانی 100

(۳۷) الفاظ کی تصحیح اور ضبط کی پڑھائی 102

(۳۸) بڑی اور مطوّل کتابوں کو کھنگالنا 103

(۳۹) عمدہ سوال 104

(۴۰) جھگڑا وتکرار کے بغیر مناظرہ 105

(۴۱) علم کا مذاکرہ 106

(۴۲) طالب علم کتاب وسنت اور اس کے علوم کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے 106

(۴۳) ہر فن کے اسباب ووسائل کی تکمیل 106

چھٹی فصل: عمل سے آراستگی ________ 108

(۴۴) علم نافع کی علامتیں 108

(۴۵) علم کی زکاۃ 109

(۴۶) علماء کی غیرت اور خودداری 110

۴۷ علم کی حفاظت	112
۴۸ مداہنت (بے جا تساہل و نرمی) کے بجائے رواداری	113
۴۹ کتابوں کا شغف	113
۵۰ تمہاری لائبریری کا اصل سرمایہ	114
۵۱ کتاب کے ساتھ تعامل	115
۵۲ اسی طرح:	116
۵۳ تحریر پر اعراب اور نقطوں کا اہتمام	116
ساتویں فصل: تنبیہات وخطرات	118
۵۴ بیداری کا خوب	118
۵۵ ''یک بالشتہ'' ہونے سے بچو	118
۵۶ صلاحیت وقابلیت سے پہلے صدارت و براجمانی	118
۵۷ علمی درندگی	119
۵۸ کاغذ سیاہ کرنا	119
۵۹ سابق علماء کی چوک کی بابت آپ کا موقف	120
۶۰ شبہات کا دفع	121
۶۱ زبان و بیان کی غلطیوں سے بچو	121
۶۲ فکری نقص اور ناپختگی	123
۶۳ جدید اسرائیلیات	123
۶۴ بازنطینی (فضول) بحث ومناقشہ سے احتراز کرو	124
۶۵ کسی گروہ بندی یا حزبیت کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی نہیں کی جاسکتی	125
۶۶ اس زیور کو توڑنے (بدنما کرنے) والی چیزیں	131

❀❀❀❀❀

عرض ناشر

(دوسرا ایڈیشن)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله النبي الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

''طالب علم کا زیور'' نامی یہ قیمتی رسالہ ''حلیة طالب العلم'' کا ترجمہ ہے جو عالم اسلام کی عظیم علمی وفقہی شخصیت علامہ ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور تالیف ہے، اس رسالہ کو اہل علم وطلبہ میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اسی طرح آپ کی دیگر تالیفات بھی خاص وعام میں کافی مقبول ہیں، فجزاہ اللہ خیراً۔

طلبہ اور اہل علم کی اہم ضرورت سمجھتے ہوئے اللہ کے فضل وتوفیق سے اس مفید رسالہ کا رواں اور سلیس ترجمہ ''طالب علم کا زیور'' کے نام سے تقریباً چار سال پہلے شائع کیا گیا تھا، چونکہ ''حلیة طالب العلم'' کا ترجمہ اردو داں طبقہ کے لئے پہلی بار شائع ہوا اِس لئے رسالہ ہاتھوں ہاتھ شائقین وقدردانوں نے حاصل کرلیا اور نسخے قریب ختم ہوگئے۔ دوسرے ایڈیشن کی طلب اور تقاضہ آکھڑا ہوا، ابھی ذمہ داران جمعیت کے سامنے مسئلہ زیر غور ہی تھا کہ کورونا کا ہوش ربا لاک ڈاؤن آگیا، جس کی وجہ سے سارے کام اور پروگرام آئندہ حالات پر موقوف ہوگئے۔ اب اللہ نے کورونا کی مشکلات سے نجات دی، حالات کچھ بہتر ہوئے تو دوسرے ایڈیشن کی اشاعت ہورہی ہے، فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

نیا ایڈیشن منظر عام پر لانے سے پہلے ایک بار پھر ہمارے فاضل وممتاز صاحب قلم

شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے ترجمہ پر نظر ثانی کر کے مزید منقح اور مفید کر دیا ہے، یقیناً اہل علم کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مترجم کے علم وعمل میں مزید برکت دے اور ہمیں مل کر مسلک سلف اور علم و دعوت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا شعبۂ نشر واشاعت اصولی، منہجی، دعوتی اور تربیتی کتابوں کی اشاعت میں اللہ کی مدد وتوفیق سے ایک ذمہ دارانہ خدمت انجام دے رہا ہے۔آئندہ بھی شعبہ کے ذمہ داران طالبِ توفیق ونصرتِ الٰہی ہیں اور رب ذوالجلال والاکرام سے دعا گو ہیں کہ ان کی کوششوں میں اخلاص دے، تقاضوں کی سمجھ دے اور مفید کاموں کی توفیق دے اور جو احباب اس مشن میں شعبہ کے ساتھ معاون ہیں اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔

اخیر میں جماعت کے بزرگ وموقر عالم دین، علمبردارِ سنت وسلفیت شیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اس کتاب پر ایک علمی مقدمہ لکھ کر قارئین کے لئے مزید استفادہ کا موقع فراہم کیا۔فجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء۔

خادم جماعت وجمعیت

عبد السلام سلفی

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

۶/رمضان ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۹/مارچ ۲۰۲۳ء

عرضِ مترجم

(دوسرا ایڈیشن)

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد بن عبداللہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد:

''**طالب علم کا زیور**'' نامی زیرنظر رسالے کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۹ء میں صوبائی جمعیت سے شائع ہوا تھا۔ رب کریم مولف رسالہ علامہ بکر بن عبداللہ ابوزید پر رحم فرمائے، اُن کے اس رسالہ کی جامعیت، اختصار اور حسن ترتیب کے سبب طالبان علم نے قیمتی تحفہ سمجھ کر اس سے خوب فائدہ اٹھایا، بالآخر اس کے نسخے بہت جلد ختم ہو گئے اور جماعتی حلقوں سے اس کی طلب بڑھنے لگی۔ رسالہ کی علمی وتربیتی معنویت، لوگوں کی طلب اور حالات وظروف کے تقاضہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے اس کے دوسرے ایڈیشن کا فیصلہ فرمایا، فجزاہ اللہ عنا کل خیر۔ دعا ہے کہ رب کریم آپ کی جملہ دعوتی، اصلاحی اور جماعتی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس میں مزید برکت دے۔

اس ایڈیشن میں بعض مفید اضافات کے علاوہ زبان وتعبیر کو مزید سلیس اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ طلبۂ علم اور عامۃ الناس کو شیخ رحمہ اللہ کے اس ''زیور'' سے کما حقہ آراستہ ہونے میں آسانی ہو۔ ساتھ ہی اس میں عالم اسلام کی مایہ ناز علمی ومنہجی شخصیت فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ، متحدہ عرب امارات) کا علمی ومنہجی مقدمہ شامل ہے جس سے رسالے کی اہمیت وافادیت مزید بڑھ گئی ہے، فجزاہ اللہ عنا خیراً وأحسن الجزاء۔

اللہ ذوالکرم سے دعا گو ہوں کہ اس رسالہ کو طلبہ کے لئے بالخصوص اور تمام لوگوں کے لئے بالعموم نفع بخش بنائے، نیز اس کے مولف، مترجم، مقدم، ناشر اور تمام معاونین کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

ممبئی۔ ۲۳/ مارچ ۲۰۲۳ء

أخوکم فی اللہ: عنایت اللہ سنابلی مدنی

(شعبہ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

عرض ناشر

(پہلا ایڈیشن)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله النبي الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

علم شریعت کے حصول میں لگے ہوئے طلبہ سب سے عظیم خیر اور مبارک عمل میں مشغول ہوتے ہیں، ان کے لئے بزبان رسالت مآب ﷺ مرحبا و آفریں کے ساتھ دنیا و آخرت میں خوشحالی وشادابی کی دعائیں ہیں:

''مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ'' (صحیح مسلم: ۲۶۹۹)۔

''نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي، فَوَعَاهَا، ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ'' (مسند احمد: ۱۶۷۵۴)۔

یعنی علوم نبوت کے طالب علم کے لئے سدا شاد و آباد رہنے کے ساتھ جنت کا راستہ آسان ہونے کی بشارت ہے، اللھم اجعلنا منھم۔

میراث نبوت جمع کرنے اور سمیٹنے کا عمل وہ کار عظیم ہے جس کے لئے طہارت قلب و نیت کے ساتھ آداب و اخلاق عالیہ کی ضرورت ہے تاکہ طالب علم ہر طرح کے ریا و نمود، خودنمائی، تفوق، کبر و تعلی، بغض و حسد، اور طلب منصب و مال کی آفتوں سے خود کو محفوظ کر کے علم وحی اور اس کی منفعت و برکت سے مشرف ہو جائے۔

''اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا'' (ابن ماجہ، حدیث: ۹۲۵، دیکھئے: الروض النضیر (۱۱۹۹))۔

و''اللھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ''(صحیح مسلم،۴/ ۲۰۸۸،حدیث:۲۰۸۸)۔

علماء امت نے سلف سے خلف تک اس اہم باب میں دلائل کے ساتھ مطول ومختصر کتابوں کا ایک بڑا قیمتی ذخیرہ چھوڑا ہے، تاکہ طلبہ کا مقدس گروہ آداب وزیور علم سے آراستہ رہے، اور اس کے نواقص سے خود کو بچائے رکھے۔

عصر حاضر کے عظیم عالم ومربی علامہ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ (سابق ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے فتویٰ) نے بھی اس موضوع پر ایک مختصر جامع اور مشہور عالم کتابچہ ''حلیۃ طالب العلم''، یعنی ''طالب علم کا زیور'' باہتمام خاص تیار کیا ہے، تاکہ طالبان علوم نبوت کو شریعت مطہرہ کے عمدہ آداب واخلاق فاضلہ سے آگاہی وترغیب ہو، فجزاہ اللہ خیراً۔

اس قیمتی سرمایہ کو اردو داں طلبہ کے لئے اردو زبان میں پہلی بار منتقل کرنے کا مبارک قدم فاضل جماعت فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ حفیظ اللہ مدنی حفظہ اللہ (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے اٹھایا ہے اور اسے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع کیا جا رہا ہے۔عرصہ سے اس کی ضرورت اہل علم واصلاح محسوس کر رہے تھے۔شیخ عنایت اللہ مدنی زبان وقلم پر اچھی دسترس رکھتے ہیں، اس کی شہادت علماء سے حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس رسالہ ''طالب علم کا زیور'' کو امت کے ہر چھوٹے بڑے جویانِ علم کے لئے فیضیابی اور کامیابی کا زیور بنائے، اس میں بتائے ہوئے آدابِ طالب علمی اور ہدی واخلاق سے انہیں شرفیاب کرے، ساتھ ہی مولف ومترجم اور جملہ احباب جمعیت ومعاونین کی کوششوں میں برکت دے اور قبول فرمائے۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم۔

خادم جمعیت وجماعت

عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

(یکم مئی/ ۲۰۱۹ء-۲۵/شعبان ۱۴۴۰ھ)

عرض مترجم

(پہلا ایڈیشن)

کتاب وسنت کے نصوص میں جا بجا طلب علم کی ترغیب دی گئی ہے، طالبان علم کی فضیلت ومنقبت بیان کی گئی ہے، طلبہ و معلمین کو دنیا وآخرت میں عظیم ثمرات سے بہرہ ور کئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے، نصوص میں ذکر کردہ اس علم سے مراد دین وشریعت کا علم ہے' یہی وہ علم ہے جسے نفلی عبادت پر فضیلت و برتری حاصل ہے، بنابریں دینی علوم کا حصول اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قربت کا عظیم الشان ذریعہ ہے' البتہ اس علم کو کما حقہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہ علم اور طلب علم ان فضائل ومناقب کا مصداق اور دنیا وآخرت میں نفع بخش اور بارآور تبھی ہوسکتا ہے جب اسے اس کے مطلوبہ آداب وشرائط اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت میں طلب علم کے ساتھ ان آداب وشرائط کی طرف خصوصی اشارہ کیا گیا ہے اور اساسی آداب وشرائط کے فقدان پر سخت وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں طلب علم کے آداب بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَيُجَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللَّهُ جَهَنَّمَ"[ابن ماجہ: ۲۶۰، دیکھئے: صحیح الجامع (۶۱۵۸، ۵۹۳۰، ۶۳۸۲)]۔

جو اس لئے علم حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے، نادانوں سے بحث وتکرار اور جھگڑا کرے، اور اس کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی جانب پھیرے' تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

اسی طرح حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الْعِلْمُ عِلْمَانِ: فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى ابْنِ آدَمَ"[سنن الدارمی، ۱/ ۳۷۴، حدیث: ۳۷۶، قال المحقق: حسن موقوفا]۔

علم دو طرح کا ہوتا ہے: ایک علم دل میں ہوتا ہے' وہی نفع بخش علم ہے، اور ایک زبان پر ہوتا ہے' جو آدمی کے خلاف اللہ کی حجت ہے۔

نیز سیر وتراجم کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین کے یہاں طلب علم کے آداب کا خصوصی اہتمام پایا جاتا تھا، امام ابن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''طلب علم میں سب سے پہلے خالص نیت ہونی چاہئے، پھر بغور سماعت، پھر فہم، پھر اس پر عمل، پھر اس کا حفظ، اور پھر اس کی نشر واشاعت''۔

نیز فرماتے ہیں: میں نے علم بیس سال حاصل کیا، جبکہ ادب تیس سال حاصل کیا، اور سلف صالحین علم سے پہلے ادب حاصل کیا کرتے تھے۔ [دیکھئے: غاية النهاية في طبقات القراء، از محمد الجزری: ۱/۴۴۶، والديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب، از ابن فرحون یعمری، ۱/۴۰۸]۔

زیر نظر رسالہ ''طالب علم کا زیور'' بھی عالم اسلام کے معروف و یگانہ محقق علامہ بکر ابوزید رحمہ اللہ کے اس موضوع پر نہایت جامع رسالہ ''حلية طالب علم'' کا ترجمہ ہے، جسے میں نے خود اپنی ذات اور پھر جویانِ علم کے افادہ کی غرض سے اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ ہم طلبۂ علم کے یہاں بالعموم اِن آداب کی بابت افسوسناک حد تک کوتاہی پائی جاتی ہے، اِلا من رحم اللہ۔

رسالہ کی اہمیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ علمی حلقوں میں نہایت مقبول ہے، حتیٰ کہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اس کی شرح فرمائی ہے، جو مطبوع ومتداول ہے۔

اس رسالہ کی اشاعت پر میں سب سے پہلے اللہ ذوالکرم کی توفیق ارزانی پر اس کا بے انتہا شکر گزار ہوں، فلہ الحمد أولاً وآخراً، بعدہ امیر محترم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کا سپاس گزار ہوں، جو منہج ومسلک سلف کے مشن میں ہمیشہ رواں دواں رہتے ہیں، اس رسالہ کی طباعت واشاعت اور جمعیت کی دیگر سرگرمیاں اللہ کے فضل کے بعد انہی کی مرہون منت ہیں، فجزاہ اللہ خیراً۔

ساتھ ہی اپنے والدین، اساتذۂ کرام، اہل خانہ اور تمام معاونین کا شکر گزار ہوں، اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو طلبۂ علم کے لئے بالخصوص مفید بنائے اور تمام لوگوں کو اس سے حسب امکان فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ممبئی: ۷/مئی ۲۰۱۹ء

أخوكم في الله
ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
(شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

مقدمہ

از: فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ متحدہ عرب امارات)

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]۔ ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ [النساء: ۱]۔ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝۷۰ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾ [الأحزاب: ۷۰-۷۱]. أما بعد:

علوم شرعیہ اور تفقہ فی الدین عمل صالح اور بڑی عبادت الٰہی ہے، کتاب وسنت میں تفقہ فی الدین اور علوم شرعیہ کو جہاد فی سبیل اللہ کا قرین اور اس کا ہم پلہ قرار دیا گیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝۱۲۲ ﴾ [التوبۃ: ۱۲۲]۔

مؤمنوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ سب کے سب جہاد میں نکل جائیں، بلکہ ان کو چاہئے کہ کچھ لوگ علم حاصل کرنے اور تفقہ فی الدین کے لئے بھی نکل جائیں، تاکہ وہ علم حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو دین سکھائیں، اور وہ لوگ بھی اللہ تعالی سے ڈریں اور اللہ تعالی کی نافرمانی سے باز رہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں تعلیم وتعلم اور تفقہ فی الدین کو افضل ترین عبادت قرار دیا ہے۔

حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"فَضْلُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ، وَمِلَاكُ دِينِكُمُ الْوَرَعُ"۔ [1]

علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے اور تمہارے دین کا خلاصہ ورع ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم وحکمت حاصل کرنے کو نفلی عبادت سے افضل اور بڑا عمل قرار دیا ہے۔

جب علوم شرعیہ اور تفقہ فی الدین کا اعمال صالحہ اور عظیم ترین عبادت الٰہی میں سے ہونا بالکل مسلم ہے، تو دیگر اعمال صالحہ اور دوسری عبادات کی طرح اس کے بھی آداب واحکام اور شرائط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، اسی لئے ہمیشہ علماء اور طلبۃ العلم ان آداب واحکام کو سیکھتے سکھاتے رہے، اور ان کی پابندی کرتے رہے، اور اسی کی روشنی میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری وساری رہا، اور جب حدیث کی جمع وتدوین اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو علوم شرعیہ کے تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور اس کے احکام وآداب کے متعلق احادیث کو بھی جمع کیا گیا۔

اس سلسلے میں محدثین کی ایک جماعت نے اپنی سنن وجوامع کی کتابوں میں کتاب

---

[1] مسند البزار، والحاکم فی المستدرک، والطبرانی فی الأوسط، والحلیۃ ۲/ ۹۳۹۲، وابن عدی، وصحیح الترغیب: ۶۸، ۱۷۴۰۔

الصلاۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الصیام وغیرہ کی طرح کتاب العلم بھی شامل کیا، جیسے کہ کتب ستہ، ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق وغیرہم ہیں۔

مگر بعض محدثین نے صرف علم سے متعلق وارد احادیث وآثار کو ایک جگہ جمع کیا اور مستقل کتب تصنیف کیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

① کتاب العلم، امام ابوخیثمۃ زہیر بن حرب بن شداد النسائی رحمہ اللہ، مولود: ۱۶۰ھ ومتوفی: ۲۳۴ھ۔

② اقتضاء العلم العمل، والجامع لأخلاق الراوی والمروی، والفقیہ والمتفقہ وغیرہا، للامام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی، مولود: ۳۹۲ھ، ومتوفی: ۴۶۲ھ۔

③ جامع بیان العلم وفضلہ، للامام ابوعمر یوسف بن عبدالبر، متوفی: ۴۶۳ھ۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف امت طلبۃ العلم کو ان آداب کے اپنانے کی برابر تاکید کرتے رہے:

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"عَلِّمُوا وَيَسِّرُوا، وَلَاتُعَسِّرُوا، وَإِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ"۔ [1]

لوگوں کو تعلیم دو، اور ان کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا، سخت رویہ نہیں اپنانا، اور اگر کبھی کسی بات پر تمہیں غصہ آجائے تو خاموش ہو جانا۔

ابوہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عَلِّمُوا وَلَا تُعَنِّتُوا؛ فَإِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّتِ"۔ [2]

---

[1] مسند البزار، ۱۵۲، کشف الاستار، الجامع لابن عبدالبر ۱/ ۴۱۲-۴۲۲، القضاعی فی مسند الشہاب۔

[2] ابوداود الطیالسی: ۲۵۳۶، وابن عدی فی الکامل: ۲/ ۶۹۰، والآجری فی حملۃ القرآن، والبیہقی فی الشعب: ۴/ ۳۷۔

لوگوں کو تعلیم دو اور سکھاؤ، اور ان کے ساتھ سختی سے پیش نہ آؤ، کیونکہ معلم معنت (سخت گیر) سے بہت اچھا ہوتا ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَتَعَلَّمُوا لَهُ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَلِمَنْ تُعَلِّمُونَهُ، وَلَا تَكُونُوا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ“۔ (1)

علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ وقار، سنجیدگی اور متانت بھی سیکھو، اور جن سے علم سیکھتے ہو اور جن کو سکھاتے ہو ان کے ساتھ تواضع وانکساری اختیار کرو، اور لوگوں کے ساتھ کبر وغرور اور جبر واکراہ کرنے والے نہ بنو۔

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ طلبۃ العلم سے فرماتے تھے کہ:

”تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ“۔ (2)

علم سیکھو اور علم کے لئے وقار، سنجیدگی اور متانت بھی سیکھو، اور جن سے علم سیکھتے ہو ان کے ساتھ ہمیشہ تواضع وانکساری سے پیش آؤ۔

---

(1) ابونعیم فی الحلیہ ۲ / ۳۴۲، وإمام وکیع ابن الجراح فی الزہد، والامام أحمد فی الزہد، ص ۱۴۹، والبیہقی فی المدخل والشعب، والخطیب فی الجامع، وابن عبد البر فی الجامع، ۱/ ۴۱۲، والآجری فی أخلاق القرآن وغیرہم نے اس حدیث کو مرفوعا وموقوفا دونوں طرح سے روایت کیا ہے، مگر محدثین کے نزدیک مرفوعا صحیح نہیں ہے، البتہ موقوفا صحیح ہے۔ انظر التفصیل فی الجامع لابن عبد البر، والتعلیق علیہ: ۱/ ۴۱۱-۴۱۲۔

(2) الطبرانی فی الأوسط، وابن عدی فی الکامل، والخطیب فی الفقیہ والمتفقہ ۲ / ۱۱۳، یہ حدیث بھی مرفوعا مروی ہے، مگر سند درست نہیں ہے۔ المجمع للہیثمی، ۱/ ۱۲۹-۱۳۰، والکامل، ۴/ ۱۶۴۲، والتعلیق علی الجامع لابن عبد البر، ۱/ ۴۱۱-۴۱۲۔

امام الزہری رحمہ اللہ کہتے تھے کہ:

"مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِمِثْلِ الْفِقْهِ"۔ (1)

اللہ کی عبادت کے لئے علم دین جیسی کوئی چیز نہیں۔

آج عہد حاضر میں جہاں بہت ساری چیزیں مفقود ہوگئی ہیں اور لوگوں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے، ان میں سے آداب العلم والعلماء کا سیکھنا سکھانا بھی ہے، جس کو کلی طور پر مفقود کردیا گیا ہے، جس کے سبب طلبہ اور علماء کے مدرسوں میں سالہا سال وقت گزارنے کے بعد بھی ان میں یہ آداب نظر نہیں آتے، حالانکہ ان کے اندر ان آداب واحکام کا پایا جانا ضروری تھا، اور وہی ان کے علم وعمل میں خیر وبرکت کا سبب بنتا، جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱- اِخلاص:

دینی امور میں سب سے پہلی چیز اخلاص ہے، بغیر اس کے کوئی عمل بھی عنداللہ مقبول نہیں ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝٥﴾ [البینۃ:۵]۔

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔

اسی لئے سب سے پہلی چیز جو طلب علم میں ہونی چاہئے وہ نیت صالحہ اور اخلاص ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(1) الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۱۳۹۔

"مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ العُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ"۔ [1]

جو اس لئے علم حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے، یا نادانوں سے بحث وتکرار اور جھگڑا کرے، یا اس کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی جانب پھیرے، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

۲- الهدى الصالح والسمت الحسن والاقتصاد:

اچھی وضع قطع اچھی چال چلن اور ظاہری شکل وصورت (صالحین کے طور وطریقے اختیار کرنا) اور میانہ روی، آج طلبہ اور علماء سے تقریباً ختم ہوتا جارہا ہے جو کہ علماء وطلبہ کی ایک شناخت اور پہچان وعلامت تھی، اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اللہ تعالی صرف باطن کو دیکھتا ہے، ظاہری شکل وصورت اور وضع قطع کا کوئی اعتبار نہیں، حالانکہ اسلام میں وضع قطع اور اچھی چال وچلن کو رسالت ونبوت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الْهَدْيُ الصَّالِحُ، وَالسَّمْتُ الصَّالِحُ، وَالِاقْتِصَادُ، جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ"۔ [2]

اس روایت میں ہدی صالح، سمت حسن اور میانہ روی کو نبوت ورسالت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔

علماء وصلحاء کے طور وطریقے اور ان کی وضع قطع کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر امام

---

[1] الترمذی فی العلم: ۲۶۵٤، وابن ماجہ۔

[2] الأدب المفرد، باب الهدی الصالح والسمت الحسن ص: ۲۷٤، وابوداود فی کتاب الأدب، باب فی الوقار: ٤۷۷٦)۔

بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے کتاب الآدب میں باب قائم کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''باب الهدی الصالح'' جس میں نقل کرتے ہیں کہ حذیفۃ ابن الیمان رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ:

''إِنَّ أَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَسَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، مِنْ حِينِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهِ، لاَ نَدْرِي مَا يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ إِذَا خَلاَ''۔ (1)

بلا شبہ تمام لوگوں میں اپنی چال ڈھال، وضع قطع اور سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتے ہیں اور جب تک گھر واپس نہ آجاتے ان کا یہی حال رہتا ہے، لیکن جب وہ اپنے گھر میں داخل ہو جاتے تو معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

امام البخاری رحمہ اللہ اس کو ثابت کرنے کے لئے مشہور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

''إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ''۔ (2)

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''وَيَخْرُجُونَ أَدِلَّةً -يَعْنِي عَلَى الْخَيْرِ''۔ (3)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے راہ بتانے والے نکلتے ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں علم لوگ علم حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ بتانے والے بن کر نکلتے ہیں۔

---

(1) صحیح البخاری فی الآدب، باب الهدی الصالح، حدیث: ۶۰۹۷۔

(2) صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۹۸۔

(3) مختصر شمائل ترمذی ص: ۲۲۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

”اعْلَمُوا أَنَّ حُسْنَ الْهَدْيِ، فِي آخِرِ الزَّمَانِ، خَيْرٌ مِنْ بَعْضِ الْعَمَلِ“۔ (1)

اچھی طرح سے یاد رکھو، آخری زمانے میں اچھی وضع قطع اور اچھے چال وچلن کا اپنانا بعض نیک اعمال سے زیادہ باعث اجروثواب ہوگا۔

حافظ ابن حجر اور محدثین کہتے ہیں: ”وسنده صحيح، ومثله لايقال بالرأي“۔ (2)

اس کی سند صحیح ہے، ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب غریب الحدیث میں نقل کرتے ہیں:

”أَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ كَانُوا يَنْظُرُونَ إِلَى سَمْتِهِ وَهَدْيِهِ وَدَلِّهِ فَيَتَشَبَّهُونَ بِهِ“۔ (3)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اُن کے چال چلن، طور طریقہ اور رہن سہن کو دیکھ کر اُن کی مشابہت اختیار کرتے تھے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ:

”كانوا يرتحلون إلى عمر فينظرون إلى سمته ودله فيتشبهون به“۔ (4)

یعنی لوگ سفر کرکے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے اور ان کی خصلت، روش اور وضع قطع کو دیکھتے، پھر آپ کی طرح بنتے اور وہی خصلتیں اور عادتیں اختیار کرتے جو حضرت عمر بن الخطاب کی تھیں۔

---

(1) الأدب المفرد، حدیث: ۷۸۹۔

(2) فتح الباری وتعلیق الألبانی علی الأدب المفرد ص: ۲۷۵۔

(3) غریب الحدیث، وفتح الباری ۱۰/ ۵۱۰۔

(4) لغات الحدیث، کتاب د ۱۶۔

ابراہیم النخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ''كُنَّا نَأْتِي مَسْرُوقًا فَنَتَعَلَّمُ مِنْ هَدْيِهِ وَدَلِّهِ''۔ [1]

ہم لوگ امام مسروق کے پاس ان کی وضع قطع اور چال وچلن سیکھنے جایا کرتے تھے۔

امام عبداللہ بن وہب اپنے متعلق کہتے ہیں کہ:

''مَا تَعَلَّمْتُ مِنْ أَدَبِ مَالِكٍ أَفْضَلُ مِنْ عِلْمِهِ''۔ [2]

میں نے اپنے استاذ امام مالک رحمہ اللہ سے جو ادب سیکھا وہ ان سے علم حاصل کرنے سے افضل ہے۔

۳- العمل:

علم اور تفقہ فی الدین کا مقصد عمل اور اپنی اصلاح ہونا چاہئے، خود اپنے علم سے فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے، رسول اللہ ﷺ ہمیشہ پناہ مانگتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے کہ:

''**اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَدُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعِ**''۔ [3]

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ''مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ مَمْشَاهُ وَمَدْخَلُهُ وَمَخْرَجُهُ وَمَجْلِسُهُ مَعَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَمِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهُ فِي مَعِيشَتِهِ''۔ [4]

کسی شخص کے عالم اور فقیہ ہونے کی علامت اور پہچان یہ ہے کہ علم، زہد وتقوی اس کے

---

1. الجامع لابن عبد البر: ۱/ ۴۱۷۔
2. الجامع لابن عبد البر: ۱/ ۴۱۹۔
3. سنن نسائی، حدیث: ۵۴۷۰، صحیح۔
4. حلیۃ الأولیاء: ۱/ ۲۱۱، والجامع لابن عبد البر: ۱/ ۴۱۷۔

چال چلن اور کہیں داخل ہونے اور کہیں سے نکلنے میں نظر آئے، اسکا اٹھنا بیٹھنا علماء اور اہل علم وحکمت کے ساتھ ہو، اپنی زندگی کے مسائل اور مشکلات کے حل کرنے میں نرم رویہ اختیار کرنے والا ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ طلبۃ العلم کے متعلق فرماتے تھے کہ:

"كَانَ طَالِبُ الْعِلْمِ يُرَى ذَلِكَ فِي سَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَتَخَشُّعِهِ"۔ (1)

طالب علم کا علم اس کی آنکھ، اس کے کان اس کے خشوع وخضوع میں نظر آتا تھا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: "إِنَّمَا الْفَقِيهُ الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا الْبَصِيرُ بِدِينِهِ الْمُدَاوِمُ عَلَى عِبَادَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ"۔ (2)

۴- الحلم:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ سے علم اور تفقہ کے ساتھ آداب "حلم اور تحمل"، بھی سیکھتے تھے۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "مجلسه مجلس علم وحلم وأمانة وصبر" یعنی رسول اللہ ﷺ کی مجلس تعلیم وتعلم میں چار باتیں سکھائی جاتی تھیں:

۱۔علم ۲۔حلم، تحمل اور بردباری ۳۔امانت داری ۴۔صبر۔ (3)

امام اللیث بن سعد رحمہ اللہ اصحاب الحدیث کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ:

---

(1) ابن المبارک فی الزہد: ۷۸، والامام أحمد فی الزہد، والجامع لابن عبد البر: ۱/ ۴۱۹۔

(2) الزہد للامام أحمد ص: ۲۲۳، والحلیۃ۔

(3) الشمائل، رقم: ۳۳۶۔

’’تعلموا الحلم قبل العلم‘‘تم لوگ علم سے پہلے حلم سیکھو۔ ①

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اپنے شاگردوں کو نصیحت:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے طلبہ سے فرماتے تھے کہ:

’’كُونُوا يَنَابِيعَ الْعِلْمِ مَصَابِيحَ الْهُدَى أَحْلَاسَ الْبُيُوتِ سُرُجَ اللَّيْلِ جُدُدَ الْقُلُوبِ خُلْقَانَ الثِّيَابِ تُعْرَفُونَ فِي السَّمَاءِ وَتَخْفَوْنَ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ‘‘۔ ②

تم لوگ علم وحکمت کے چشمے بنو، رشد و ہدایت کے چراغ بنو، گھروں کے کمبل (اوڑھنے) بنو، رات کے چراغ بنو، دلوں میں جلا اور تازگی پیدا کرنے والے بنو، آسمان میں تمہارا ذکر خیر ہو اور زمین پر بالکل سادگی کی زندگی گزارو۔

طلبۃ العلم کو ایک جامع نصیحت:

رجا بن حیوۃ فرماتے تھے کہ:’’مَا أَحْسَنَ الْإِسْلَامَ وَيَزِينُهُ الْإِيمَانُ، وَمَا أَحْسَنَ الْإِيمَانَ وَيَزِينُهُ التَّقْوَى، وَمَا أَحْسَنَ التَّقْوَى وَيَزِينُهَا الْعِلْمُ، وَمَا أَحْسَنَ الْعِلْمُ وَيَزِينُهُ الْحِلْمُ، وَمَا أَحْسَنَ الْحِلْمَ وَيَزِينُهُ الرِّفْقُ‘‘۔ ③

اسلام بہت خوب ہو جاتا ہے جب اس کو ایمان (اور اعمال صالحہ وحسنہ) سے خوب مزین رکھا جائے، اور ایمان بہت خوب ہوتا ہے جب کی اسے تقوی سے مزین کیا جائے، اور تقوی بڑی خوبی اور کمال درجہ کا اس وقت ہوتا ہے جب اس کو علم سے مزین کیا جائے، اور علم اس وقت نافع بن جاتا ہے جب حلم سے مزین ہو، اور حلم بہت ہی مفید اور بابرکت ہوتا ہے

---

① الجامع لابن عبد البر: ۱/ ۴۱۶۔

② سنن الدارمی: ۸۰، والجامع لابن عبد البر: ۱/ ٤١٥، والشعب، وراجع الحلیۃ: ۱/ ۷۷۔

③ الحلیۃ: ۵/ ۱۷۳، والجامع لابن عبد البر: ۱/ ٤١٤۔

جب وہ رفق ولین سے مزین ہو۔

ابوالعالیہ کہتے تھے کہ: ”كانوا إذا أتوا الرجل ليأخذوا عنه نظروا إلى صلاته وإلى سنته وإلى هيأته يأخذون عنه“۔ [1]

طلبۃ العلم جب کسی عالم کے پاس اس سے علم حاصل کرنے کے لئے جاتے تو سب سے پہلے اس کی نماز اور اتباع سنت دیکھتے، اسی طرح اس کی وضع قطع اور چال وچلن دیکھتے، اگر اس کی نماز اور اتباع سنت اور وضع قطع درست ہے تو اس سے علم لیتے۔

اسلاف امت تعلیم وتعلم کے ساتھ اس کے آداب واحکام اور اس کے تقاضوں کا پورا پورا اہتمام والتزام کرتے، اور تعلیم وتعلم کے ساتھ تربیت وتزکیہ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، علماء اور طلبۃ العلم اپنے گفتار وکردار اور وضع قطع، چال وچلن میں اپنی شناخت رکھتے تھے اور بقول شخصے:

ہر لحظہ ہے مؤمن کی نئی آن نئی شان

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

کے مصداق تھے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے فرمان اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں کہ: ”الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ تَعَالَى“ [2] (جنہیں دیکھ لیا جائے تو اللہ کی یاد آجائے) کے مصداق تھے۔

مگر ایک عرصہ دراز سے علماء وطلبہ کا بہت بڑا طبقہ ہے جس نے مختلف وجوہات واسباب کے سبب اپنی ساری شناخت کو ضائع کر دیا، علم برائے علم رہ گیا، علم وعلماء کے آداب، علماء وصلحاء، سلف کا اسوہ اور سیرت حسنہ بالکل نظر انداز کر دیا گیا، ﴿وَٱتَّبِعۡ سَبِيلَ مَنۡ أَنَابَ

---

[1] مسلم فی المقدمہ: ۱/ ۸۴، والدارمی: ۱/ ۱۱۲۔

[2] مسند احمد، حدیث: ۲۷۵۹۹، حسن بشواہدہ۔

إِلَيَّ ﴾ [لقمان:۱۵] اور ﴿ وَلَا تَرْكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ ﴾ [ھود:۱۱۳] کو بھلا دیا گیا، زہد وتقوی کے بجائے دنیاداری میں مبتلا ہو کر ﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ ٱلْعَاجِلَةَ ۝٢٠ وَتَذَرُونَ ٱلْأٓخِرَةَ ۝٢١ ﴾ [القیامۃ:۲۰،۲۱] کے مصداق بن گئے، توان حالات میں اللہ تعالی نے فضیلۃ الشیخ الدکتور بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ سے یہ خدمت لی کہ اس پرفتن دور میں انہوں نے ''حلیۃ طالب العلم'' نامی ایک نہایت مفید اور جامع کتاب لکھی، جس میں انھوں نے علماء اور طلبہ کے آداب واحکام، تعلیم وتعلم اور طلب کے اصول وضوابط بیان کیا ہے، جس کے ذریعہ علماء وطلبہ کو بھولا سبق یاد دلایا، اس کتاب کی اہمیت وضرورت اور افادیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس کی شرح فرمائی جو کتابی شکل میں موجود ہے، اس کتاب کی افادیت وضرورت کے پیش نظر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی ومبلغ اور مشہور مترجم کتب عدیدہ فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا، اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے شائع ہوئی تھی، اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہونے جارہا ہے، ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ مصنف اور مترجم کی اس کوشش کو قبول فرمائے، اور صوبائی جمعیت کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ اور اراکین جمعیت کے بھی ہم شکرگزار ہیں جو اس قسم کی کتب کی طباعت کا انتظام کرتے ہیں، اللہ تعالی امیر محترم اور مترجم عزیز اور معاونین کی خدمات کو قبول کرے اور اس کتاب کو ان کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

کتبہ

ظفر الحسن مدنی

۶/رمضان ۱۴۴۴ھ

(متحدہ عرب امارات)

علامہ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ کی مختصر سوانح [1]

(۱۳۶۵ھ - ۱۴۲۹ھ)

نام و نسب: آپ ڈاکٹر علامہ بکر بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن بکر بن عثمان بن یحییٰ بن غیہب بن محمد قضاعی ہیں، یہ قبیلہ بنو زید قضاعیہ کے نام سے وشم، منطقہ ریاض سعودی عرب میں آباد ہے۔ آپ کی کنیت اپنے بڑے بیٹے عبداللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابوعبداللہ ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۶۵ھ میں حاضرۃ الوشم، نجد میں ہوئی، اور آپ نے صلاح وتقویٰ اور ثروت سے معروف گھرانے میں پرورش پائی۔

آپ شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے، اللہ نے آپ کو پانچ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازتھا۔

پرورش اور طلب علم: شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن وشم میں حاصل کی، پھر ۱۳۷۵ھ میں ریاض منتقل ہوئے اور کلیۃ الشریعہ تک کی پوری تعلیم کلیۃ الشریعہ ریاض میں حاصل کی اور اول پوزیشن سے کامیاب ہوئے، جو آپ کی ذہانت وفطانت کی واضح دلیل ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نظامی تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاض، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مشائخ کے علمی حلقات اور دروس میں بھی شرکت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے وہاں کے علماء ومشائخ سے کسب فیض کیا، اور پھر اخیر میں مدینہ طیبہ میں علامہ مفسر محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ کے پاس دس سال تک علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ حج ۱۳۹۳ھ میں ان کی وفات ہوگئی، رحمہ اللہ۔

---

[1] ماخوذ از کتاب: جهود الشيخ العلامة بكر بن عبدالله أبو زيد في الدعوة إلى الله- دراسة تحليلية وصفية- از: عمر بن عامر بن عمر الخرمانی، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ، سنہ ۱۴۳۱ھ) [مترجم]۔

آپ نے ۱۴۰۰ھ میں المعہد العالی للقضاء سے شہادہ عالمیہ (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی، اس میں آپ کے رسالہ کا عنوان ''الحدود والتعزیرات عند الامام ابن القیم الجوزیۃ'' تھا، اور پھر ۱۴۰۳ھ میں شہادۃ عالمیہ عالیہ (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری حاصل کی، اس میں آپ کے رسالہ کا عنوان ''أحکام الجنایۃ علی النفس وما دونھا عند ابن القیم الجوزیۃ'' تھا، اور آپ کے رسالہ کے مناقشین میں بقیۃ السلف علامہ شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ بھی تھے۔

علمی ودعوتی اسفار: شیخ بکر رحمہ اللہ نے طلب علم کے لئے داخل ملک مکہ، مدینہ، ریاض کے سفر کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک کا بھی سفر کیا۔ جن میں مصر، اردن، کویت، برونائی، امارات، بحرین، قطر، عمان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اساتذہ: آپ کے نمایاں اساتذہ میں شیخ قاضی صالح بن مطلق رحمہ اللہ، سماحہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ اور سماحۃ العلامہ المفسر محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے قیام مدینہ کے دوران محدث المدینہ شیخ حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ سے اور اُن کے مکتبہ سے بھی کافی استفادہ کیا، شیخ حماد رحمہ اللہ شیخ بکر رحمہ اللہ اور ان کے علمی شوق اور جدوجہد کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور انہیں اپنا خاص شاگرد کہتے تھے۔

شاگردان: آپ کے شاگردان کی تعداد وسیع ہے، کیونکہ آپ نے مسجد نبوی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، المعہد العالی للقضاء میں بھی پڑھایا، اور اسی طرح کلیۃ الشریعۃ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں بھی آپ مدرس رہے، ان تمام جگہوں پر طلبہ کی بڑی تعداد نے آپ سے علم حاصل کیا، یہ تمام آپ کے شاگردان ہیں۔

دروس، فتاوی اور قضاء: آپ نے مسجد نبوی میں دل سالوں تک حدیث اور فرائض وغیرہ کی کتابیں پڑھائیں، اسی طرح المعہد العالی اور جامعۃ الامام میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

سنہ ۱۴۱۲ھ میں شیخ کی بابت شاہی فرمان جاری ہوا اور آپ کو دائمی کمیٹی برائے افتاء اور کبار علماء بورڈ کا ممبر متعین کیا گیا۔

چنانچہ اُس وقت سے لے کر وفات تک آپ نے کمیٹی اور بورڈ کے ممبران کے ساتھ رہ کر ٹھوس علمی فتاوے صادر فرمائے، یہ فتاوئے عقیدہ وعبادات، معاملات، نکاح وطلاق، دعوت و جہاد، ادعیہ واذکار، اخلاق وعادات، حکم وسیاست اور دیگر تمام موضوعات کو شامل ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

منصب قضاء و فیصلہ: سنہ ۱۳۸۸ھ میں جب شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ کلیۃ الشریعۃ سے فارغ ہوئے تو آپ کو مدینہ طیبہ کے محکمہ عامہ کا قاضی متعین کیا گیا، اور آپ سنہ ۱۴۰۰ھ تک اس عظیم اور باوقار منصب پر فائز رہے، یہاں تک کہ آپ کو وزارۃ العدل ریاض کا وکیل متعین کیا گیا، آپ نے ان تمام مناصب کو کما حقہ پوری امانت کے ساتھ نبھایا۔

علمی مقام و مرتبہ: اللہ عزوجل نے شیخ رحمہ اللہ کو علمی طور پر بڑا بلند مقام عطا فرمایا تھا، اس کی دلیل آپ کے وہ علمی مناصب ہیں جن پر آپ فائز ہوئے، چنانچہ:

- ۱۳۸۴ھ میں آپ مدینہ طیبہ منتقل ہوئے اور جامعہ اسلامیہ کے مکتبہ عامہ کے امین عام کی حیثیت سے خدمات انجام دیا۔
- ۱۳۸۸ھ میں کلیۃ الشریعہ سے فارغ ہوتے ہی شاہی فرمان کے ذریعہ آپ کو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محکمہ کا قاضی متعین کیا گیا، اور بارہ سالوں تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔
- ۱۳۹۰ھ میں مسجد نبوی شریف کا مدرس متعین کیا گیا، اور ۱۴۰۰ھ تک آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔
- ۱۳۹۱ھ میں شاہی فرمان کے ذریعہ آپ کو مسجد نبوی کا امام وخطیب متعین کیا گیا، جس پر آپ ۱۳۹۶ھ کے آغاز تک فائز رہے۔
- ۱۴۰۰ھ میں مجلس الوزراء کے فیصلہ سے آپ کو وزارۃ العدل ریاض کا وکیل عام متعین کیا

گیا، جس پر آپ ۱۴۱۲ھ تک فائز رہے، اور پھر شاہی فرمان سے آپ کو مزید امتیازی مراتب پر فائز کیا گیا، چنانچہ دائمی کمیٹی برائے فتویٰ اور کبار علماء بورڈ کا ممبر نامزد کیا گیا۔

- ۱۴۰۵ھ میں آپ کو شاہی فرمان کے ذریعہ عالمی اسلامی فقہ کونسل میں مملکت سعودی عرب کا نمائندہ متعین کیا گیا، اور پھر آپ کو اس کا صدر بھی منتخب کیا گیا۔
- ۱۴۰۶ھ میں فقہی کونسل، رابطہ عالم اسلامی کا ممبر متعین کیا گیا۔

شیخ کی امتیازی خصوصیات:

شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ تین خصوصیات کے سبب اپنے دور کے علماء اور ہمجولیوں سے ممتاز تھے:

① علمی تحقیقات، دقیق بحوث اور ریسرچ پر آپ رحمہ اللہ کی نادر و یگانہ قدرت وصلاحیت اور اس کے تئیں آپ کی ذاتی دلچسپی، کہ اس سے کوئی علمی ڈگری یا منصب و وظیفہ کی ترقی مقصود نہ تھی۔ اور آپ کی یہ صلاحیت کسی ایک علم یا فن تک محدود نہ تھی، بلکہ مختلف علوم وفنون کو شامل تھی، جس پر آپ کی نایاب تحقیقی کتابیں، مدلل ریسرچ اور مخالفین منہج سلف پر مسکت ردود شاہد عدل ہیں۔

② زبان و بیان پر بے مثال قدرت، چنانچہ آپ کی کتابیں زبان و بیان کی بلاغت وفصاحت، حسن تعبیر، الفاظ کے حسن انتخاب، ادبی تاثیر اور غیر ضروری تطویل اور غیر مخل اختصار کی خصوصیات سے آراستہ ہیں۔ اور آپ کی اس خوبی کے آپ کے ہمجولیوں کے علاوہ کبار علماء مثلاً علامہ ابن باز اور علامہ ابن عثیمین رحمہما اللہ بھی معترف تھے۔

③ شیخ رحمہ اللہ کا تیسرا امتیاز بلکہ منقبت یہ ہے کہ جب آپ کی زیر نظر کتاب "حلیۃ طالب العلم" منظر عام پر آئی تو علمی حلقوں میں اس کی بڑی پذیرائی ہوئی یہاں تک علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی جیسی بلند پایہ علمی شخصیت نے اس کی شرح فرمائی، جبکہ عام طور پر ایک بڑے عالم کا اپنے سے کم عمر عالم کی کتاب کی شرح کرنا خلاف معمول ہے!!

بہر حال جہاں یہ چیز شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ کی منقبت ہے وہیں اس میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ

کی بھی فضیلت و منقبت ہے، بایں طور کہ یہ آپ کے تواضع و انکساری، سلامت صدر اور مسلمانوں کے لئے جذبہ نصح وخیر خواہی کی واضح دلیل ہے۔ فجزاھما اللہ خیراً۔

تالیفات وتحقیقات:

شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ کی تالیفات، تحقیقات اور آپ کی سرپرستی میں ہونے والے علمی کاموں کی تعداد پچاسی سے متجاوز ہے، ان میں سے چند اہم تالیفات حسب ذیل ہیں:

- المدخل المفصل إلی مذهب الامام أحمد بن حنبل۔ (دو جلدیں)
- فقه النوازل (تین جلدیں، جو حسب ذیل پندرہ جدید فقہی مسائل پر مشتمل ہے):

التقنين والالزام، المواضعة فی الاصطلاح، أجهزة الانعاش وعلامة الوفاة، طفل الأنابيب، خطاب الضمان البنكی، الحساب الفلكی، البوصلة، التامين، التشريح وزراعة الأعضاء، تغريب الألقاب العلمية، بطاقة الائتمان، بطاقة التخفيض، اليوبيل، المثامنة فی العقار، التمثيل۔

- الأجزاء الحديثية: (پانچ رسائل): مرويات دعاء ختم القرآن الكريم، نصوص الحوالة، زيارة النساء للقبور، مسح الوجه باليدين بعد رفعهما بالدعاء، ضعف حديث العجن۔
- الردود: (پانچ رسائل): الرد علی المخالف، تحريف النصوص، براءة أهل السنة من الوقيعة فی علماء الأمة، عقيدة ابن أبی زيد القيروانی وعبث بعض المعاصرين بها، التحذير من مختصرات الصابونی فی التفسير۔
- النظائر: (۴ رسائل): العزاب من العلماء وغيرهم، التحول المذهبی، التراجم الذاتية، لطائف الكلم فی العلم
- التقريب لعلوم ابن القيم • الحدود والتعزيرات • أحكام الجناية علی النفس وما دونها • الرقابة علی التراث • معجم المناهی اللفظية • حكم الانتماء إلی الفرق والأحزاب والجماعات الاسلامية • لاجديد فی أحكام الصلاة • تصنيف الناس بين الظن واليقين • التعالم • حلية طالب العلم (زیر نظر رسالہ اسی کا اردو ترجمہ ہے) • آداب طالب الحديث من الجامع للخطيب

• تقریب آداب البحث والمناظرة • تسمیة المولود • أدب الهاتف • الفرق بین حد الثوب والأزرة • أذ کار طرفی النہار • حراسة الفضیلة • معرفة النسخ والصحف الحدیثة • التأصیل لأصول التخریج وقواعد الجرح والتعدیل (ایک جلد) • التحدیث بما لا یصح فیه حدیث • طبقات النسابین • ابن القیم حیاتہ، آثارہ، موارده • بدع القراء • خصائص جزیرة العرب • دعاء القنوت • علماء الحنابلة من الامام أحمد إلى وفیات القرن الخامس عشر الہجری (ایک جلد) • نظریة الخلط بین الاسلام وغیرہ من الأدیان • جبل إلال بعرفات، تحقیقات تاریخیة وشرعیة • مدینة النبی ﷺ رأی العین • قبة الصخرة، تحقیقات فی تاریخ عمارتہا وترمیمہا۔ وغیرہ

جبکہ شیخ رحمہ اللہ کی تحقیقات، علمی بحوث کے اشراف اور آپ کی سرپرستی میں ہونے والے علمی کاموں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

وفات: آپ نے طویل علالت کے بعد بروز منگل بوقت صلاۃ عصر ۲۷/ محرم ۱۴۲۹ھ کو ریاض میں وفات پائی، وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ رحمہ اللہ وأسکنہ الفردوس الأعلی۔

آپ کی نماز جنازہ صلاۃ عشا کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے گھر سے قریب آپ کی اپنی قائم کردہ مسجد واقع حی العقیق، ریاض میں ادا کی گئی، آپ کا جنازہ مشہود تھا، جنازہ میں تقریباً بیس ہزار لوگوں نے شرکت کی، جب کہ وقت کی قلت کے سبب جنازہ میں شریک نہ ہو پانے والوں کی تعداد اس سے زیادہ تھی۔

جنازہ میں سعودی عرب کے مفتی عام سماحہ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ حفظہ اللہ اور اصحاب السمو امراء و وزراء سمیت بڑی تعداد میں علماء، فضلاء، طلبہ، آپ کے محبین اور عامة المسلمین شریک تھے، مسجد اور قبرستان کے آس پاس کی سڑکیں شرکاء جنازہ سے تنگ ہوگئی تھیں۔

جبکہ کئی اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی، جیسے: مصر، سوریا، یمن، ہندوستان اور امریکا وغیرہ میں۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدمہ مولف

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ.

حمد وصلاۃ کے بعد:

میں ''حلیۃ طالب العلم'' (**طالب علم کا زیور**) نامی یہ مبارک رسالہ ۱۴۰۸ھ میں اس وقت حوالہ قلم کر رہا ہوں جب مسلمان الحمد للہ بڑی علمی بیداری کی زندگی جی رہے ہیں جسے دیکھ کر چہروں پر خوشی ومسرت کی کرنیں جگمگا رہی ہیں، اور یہ بیداری مزید ترقی و پختگی کی منزلیں طے کرتے ہوئے نوجوانان امت کے دلوں میں امت کی مجد وشرافت اور اس کی تجدید زندگی کے لہو کو زندہ وتابندہ کر رہی ہے؛ کیونکہ ہم یکے بعد دیگرے نوجوانوں کی ٹیموں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ علم کے جذبے سے سرشار کسی نہ کسی طرح علمی حلقوں سے وابستہ ہیں، اس کے سرچشمہ سے نوش کر رہے ہیں اور سیرابی حاصل کر رہے ہیں، ان میں علم کی تڑپ، لگن، جامعیت، حیرت انگیز معلومات اور دقیق مسائل کی غوطہ خوری ہے جس سے مسلمان نصرت ومدد محسوس کرتے ہوئے حد درجہ شاداں وفرحاں ہیں، پاک ہے اللہ کی ذات جو دلوں کو موت وزندگی کرتی ہے۔

لیکن تمام تر مراحل میں اس مبارک تخم کی آبیاری، نگرانی اور اہتمام ضروری ہے؛ تاکہ طلب علم اور عمل کی راہوں میں فکری، اعتقادی، عملی وسلوکی، گروہی اور فرقہ وارانہ موجوں اور طوفانی تھپیڑوں میں ٹھیس لگنے، پھسلنے اور بھٹکنے سے تحفظ کی ضمانتوں کا سامان ہو سکے۔

میں نے ''تعالم'' (اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا، اور بزعم خویش علم والا بننا، علمی دعویداری) کے سلسلہ میں ایک رسالہ ان کے ہاتھوں تک پہنچایا ہے جو اُن کے درمیان باہر کے

گھس پیٹھیوں کو بے نقاب کرے گا، اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ علمی دعویداری کرنے والے انہیں تباہ نہ کردیں، ان کا معاملہ ضائع نہ کردیں، اور انہیں طلب علم سے بہکا نہ دیں اور پھر انہیں اس طرح خاموشی سے گمراہ کردیں کہ انہیں شعور بھی نہ ہو۔

اور آج آپ کا بھائی آپ کا بازو مضبوط کر رہا ہے اور آپ کا ہاتھ تھام رہا ہے، لہٰذا اپنے ہاتھ میں ایک ایسا رسالہ لیں جس میں آپ کے زیور کا ''نمایاں وصف اور خوبی''[1] ہے، تو آیئے میں نوک قلم کو قرطاس پر رکھتا ہوں، جو کچھ میں لکھوں اسے پڑھتے جائیں، اللہ آپ کے ذریعہ آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے[2]:

شریعت اسلامیہ میں اس بات پر متواتر دلائل موجود ہیں کہ اچھے آداب، عمدہ اخلاق، بہتر اور نیک طور طریقہ سے آراستہ ہونا اہل اسلام کی علامت ہے، اور علم - جو شریعت مطہرہ کے تاج کا انمول گوہر ہے - تک وہی پہنچ سکتا ہے جو اس کے آداب سے آراستہ اور اس کی آفتوں سے محفوظ ہو، اسی لئے اہل علم نے بحث و تحقیق اور تنبیہ کے ذریعہ اس کا خاص اہتمام کیا ہے، تمام علوم کے لئے عمومی طور پر یا خصوصی طور پر' اس سلسلہ میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں؛ جیسے ''آداب حملة القرآن الکریم'' و ''آداب المحدث'' و ''آداب المفتی'' و ''آداب القاضی'' و ''آداب المحتسب'' اور اس طرح کی دیگر کتابیں...۔

---

[1] الصفة الکاشفة (نمایاں خوبی): یہ کتاب ''لسان العرب'' کے مواد کی کتابوں کی ایک اصطلاح ہے۔ اس کی ایک مثال: ''قاموس'' میں مادۃ ''ظبأ'' کی ہے؛ علامہ زبیدی ''تاج العروس'' (۱/ ۳۳۲) میں فرماتے ہیں: ''ظبأ: دراصل (لنگڑے) لکڑ بگھے کو کہتے ہیں، یہ اس کی نمایاں صفت ہے۔

یہ اس قسم کا وصف ہے جس کا مقصد غیر معلوم موصوف کو نمایاں کرنا ہوتا ہے؛ تاکہ وہ نمایاں طور پر تمام اجناس سے ممتاز ہو جائے۔ ''الکلیات'' میں حرف صاد ملاحظہ فرمائیں (۳/ ۹۲)۔

[2] میں نے اپنی کتاب ''معجم المناہی اللفظیة'' کے حرف الف کے تحت وضاحت کی ہے کہ اس عبارت ''أنعم الله بك عیناً'' (اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے) کے استعمال سے منع کرنا درست نہیں۔

لیکن یہاں زیرِ نظر رسالہ کا موضوع علم شریعت کی راہ چلنے والوں کے لئے عام آداب کا بیان ہے۔

سابق علمائے کرام علمی حلقات میں طلبہ کو حصول علم کے آداب کی تلقین وتعلیم دیا کرتے تھے، اور اس سلسلہ میں مجھے آخری خبر مسجد نبوی شریف کے بعض علمی حلقات کے سلسلہ میں ملی ہے؛ کہ مسجد نبوی کے بعض مدرسین اپنے طلبہ کو علامہ زرنوجی رحمہ اللہ (وفات: ۵۹۳ھ) کی کتاب ''تعلیم المتعلم طریق التعلم'' پڑھاتے تھے [1]۔

امید کہ اہل علم مستند راستے کی رہنمائی کرنے والی اس مضبوط رسی کو جوڑے رکھیں گے اور اس طرح اس مضمون کی تدریس کو مساجد کے دروس کے آغاز اور درس نظامی کے نصاب میں شامل کیا جائے گا، اسی طرح یہ بھی امید کرتا ہوں کہ یہ تحریر اس مضمون کے احیاء کے سلسلہ میں تنبیہ اور یاد دہانی کا نیک آغاز اور بہتر پیش رفت ثابت ہوگی؛ جو طالب علم کو بناتا سنوارتا ہے، نیز طلب علم کے آداب، اسی طرح اپنی ذات، اپنے استاذ، اپنے درس، اپنے ہم سبق، اپنی کتاب، اپنے علم کے ثمرہ (عمل) اور اسی طرح زندگی کے دیگر مراحل کے آداب کے سلسلہ میں روشن شاہراہ پر قائم اور گامزن رکھتا ہے۔

لہٰذا یہ ''طالب علم کا زیور'' آپ کی خدمت میں حاضر ہے جو آداب کے ایک مجموعہ پر مشتمل ہے، جن کے نواقض (ضائع کرنے والی) چند آفتیں ہیں، اگر ان میں سے ایک ادب فوت ہوگا تو کوتاہی کرنے والا ان میں سے ایک آفت سے دوچار ہوگا، اسی طرح اس کے بقدر اس میں کمی وبیشی ہوگی، اور جس طرح ان آداب کے درجات سنت سے واجب کی طرف بڑھتے ہیں اسی طرح اس کے نواقض کی بھی کھائیاں ہیں جو کراہت سے حرمت کی گہرائی میں اترتی ہیں۔

---

[1] یہ کتاب کئی بار شائع ہو چکی ہے، البتہ معلوم ہونا چاہئے کہ اپنی افادیت کے باوجود اس کتاب میں بعض چیزیں قابل تنبیہ ہیں، واللہ أعلم۔

ان میں کچھ آداب ایسے ہیں جو تمام مکلفین (عام مسلمانوں) کو شامل ہیں، کچھ طالب علم کے ساتھ خاص ہیں، کچھ شریعت میں بدیہی طور پر معلوم ہیں اور کچھ طبعی وفطری طور پر معلوم ہیں، جس پر شریعت کا عموم دلالت کرتا ہے، جیسے شریعت اسلامیہ کا عمدہ آداب اور اخلاق کریمانہ کی رغبت دلانا۔ اور میرا مقصد تمام باتوں کا احاطہ نہیں ہے، بلکہ اس رسالہ کا اسلوب وانداز اہم باتوں کی رہنمائی پر ترکیز کرتے ہوئے؛ مثالیں بیان کرنے کا ہے، لہٰذا جب یہ باتیں کسی صالح اور موزوں طبیعت کے موافق ٹھہریں گی تو وہ اس تھوڑے کو لے کر زیادہ کرلے گی، اور اس مجمل کی تفصیل کرلے گی، اور جو ان آداب کو اپنائے گا خود بھی نفع اٹھائے گا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے گا، اور یہ تمام آداب ان لوگوں کے آداب سے ماخوذ ہیں جن کے علم میں اللہ نے برکت عطا فرمائی اور وہ ایسے ائمہ بن گئے جن سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے ساتھ اپنی جنت میں اکٹھا فرمائے، آمین[1]۔

بکر بن عبداللہ ابوزید

۵/ ۸/ ۱۴۰۸ھ

---

[1] ان میں سے چند کتابیں حسب ذیل ہیں: ''الجامع'' از امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ، ''الفقیہ والمتفقہ'' انہی کی، ''تعلیم المتعلم طریق التعلم'' از علامہ زرنوجی، ''آداب الطلب'' از امام شوکانی، ''أخلاق العلماء'' از امام آجری، ''آداب المتعلمین'' از امام سحنون، ''الرسالۃ المفصلۃ لأحکام المتعلمین'' از امام قابسی، ''تذکرۃ السامع والمتکلم'' از امام ابن جماعۃ، ''الحث علی طلب العلم'' از امام علامہ عسکری، ''فضل علم السلف علی الخلف'' از امام ابن رجب، ''جامع بیان العلم'' از امام ابن عبد البر، ''العلم؛ فضلہ وطلبہ'' از علامہ امین الحاج، ''فضل العلم'' از علامہ محمد رسلان، ''مفتاح دار السعادۃ'' از امام ابن القیم، ''شرح الاحیاء'' از امام زبیدی، ''جواہر العقدین'' از علامہ سمہودی، ''آداب العلماء والمتعلمین'' از علامہ حسین بن منصور۔ اس سے پیشتر کتاب سے منتخب کردہ۔ ''قانون التاویل'' از ابن العربی، ''العزلۃ'' از امام خطابی، ''من أخلاق العلماء'' از محمد سلیمان، ''مناہج العلماء'' از فاروق سامرائی، ''التعلیم والارشاد'' از بدر الدین الحلبی، ''الذخیرۃ'' از امام قرافی، ''المجموع (پہلی جلد)'' از امام نووی، ''تشحیذ الھمم إلی العلم'' از محمد بن ابراہیم الشیبانی، ''رسائل الاصلاح'' از محمد الخضر حسین، ''آثار محمد البشیر الابراہیمی''۔ اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں، اللہ تعالیٰ سبھوں کو اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

پہلی فصل:

طالب علم کی ذاتی خوبیاں

① علم عبادت ہے[1]:

اس رسالہ ''زیور'' بلکہ ہر مطلوب امر کی سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ علم عبادت ہے؛ چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے:

''اَلْعِلْمُ صَلَاةُ السِّرِّ وَعِبَادَةُ الْقَلْبِ''۔

علم خفیہ نماز اور قلبی عبادت ہے۔

اور اسی بنیاد پر عبادت کی حسب ذیل (دو) شرطیں ہیں:

۱۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے خالص نیت، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ... ﴾

[البینۃ:۵]۔

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں، ابراہیم حنیف علیہ السلام کے دین پر۔

اسی طرح مشہور و یگانہ حدیث میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ (۱۰/ ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۴۹ - ۵۴، و ۱۱/ ۳۱۴، و ۲۰/ ۷۷ - ۷۸)۔

"إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ..." الحديث۔ [1]

یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

لہٰذا اگر علم میں اخلاص کا فقدان ہو تو علم افضل ترین نیکی سے اُتر کر نہایت گری ہوئی مخالفت بن جاتا ہے، اور علم کو ضائع و برباد کرنے والی ریاء کاری جیسی کوئی چیز نہیں، خواہ ریاءِ شرک ہو یا ریاءِ اخلاص [2]، نہ تسمیع (سمعت) جیسی: جیسے کوئی کسی کو سناتے ہوئے کہے کہ: مجھے اس چیز کا علم ہے، یا میں اتنی اتنی مقدار کا حافظ ہوں!! وغیرہ۔۔۔

اس لئے سچی طالب علمی کی خاطر اپنی نیت میں آنے والی تمام آمیزشوں اور ملاوٹوں سے بچنے کا التزام کیجئے، جیسے شہرت کی خواہش، ہم عمروں پر برتری، اسی طرح اسے خاص اغراض و مقاصد کے حصول کا سبب اور ذریعہ بنانا، مثلاً جاہ، یا مال، یا نام ونمود، یا تعریف وستائش کی خواہش، یا لوگوں کو اپنی طرف مائل ومتوجہ کرنا وغیرہ۔ کیونکہ اس طرح کی چیزیں جب نیت میں شامل ہوں گی تو اسے خراب کر دیں گی اور علم کی برکت جاتی رہے گی، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنی نیت کو اللہ کے علاوہ کسی چیز کی چاہت سے گڈ مڈ ہونے سے بچائیں، بلکہ آپ اپنی نیت کی مکمل حفاظت کریں۔

اس سلسلہ میں علماء کے کچھ اقوال اور مواقف ہیں، ان میں سے کچھ چیزیں میں نے کتاب "التعالم" [3] کے پہلے مبحث میں بیان کی ہیں، اس پر مزید یہ اضافہ کر لیا جائے کہ علماء

---

[1] بخاری، حدیث: ۱، ومسلم، حدیث: ۱۹۰۷۔

[2] الذخیرۃ، از امام قرافی، (۱/ ۴۵)۔ نیز تہذیب الآثار، از امام طبری (۲/ ۱۲۱-۱۲۲، ایڈیشن: مطابع الصفا، مکہ مکرمہ) میں اس کی بابت عمدہ مبحث ملاحظہ فرمائیں۔

[3] علامہ بکر ابو زید رحمہ اللہ کے اس قیمتی رسالہ کا اردو ترجمہ بعنوان: **"علمی دعویداری اور فکر و تحریر پر اس کے اثرات"** صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر و اشاعت سے عنقریب شائع ہو کر منظر عام پر آئے گا۔ ان شاء اللہ (مترجم)۔

نے ’’طبولیات‘‘ سے منع کیا ہے، یعنی وہ مسائل جن سے شہرت وریاکاری مقصود ہو۔

اور یہ بات بہت پہلے کہی جا چکی ہے کہ:

’’زَلَّةُ الْعَالِمِ مَضْرُوبٌ لَهَا الطَّبْلُ‘‘[1]۔

عالم کی لغزش پر ڈھول بجایا جاتا ہے۔

اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (وفات: ۱۹۸ھ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

’’كُنْتُ أُوْتِيتُ فَهْمَ الْقُرْآنِ، فَلَمَّا قَبِلْتُ الصُّرَّةَ سُلِبْتُهُ‘‘[2]۔

مجھے قرآن کریم کی سمجھ عطا کی گئی تھی، لیکن جب میں نے تھیلا قبول کیا تو وہ چھن گئی۔

لہٰذا -اللہ آپ پر رحم فرمائے- ان آمیزشوں اور ملاوٹوں سے حفاظت کرنے والے مضبوط کڑے کو تھامے رکھیں، بایں طور کہ آپ اخلاص کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کے نواقض سے خوب ڈریں اور چوکنا رہیں، نیز اللہ سے خوب التجا اور اظہار محتاجگی کریں۔

سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ (وفات: ۱۶۱ھ) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

’’مَا عَالَجْتُ شَيْئًا أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ نِيَّتِي‘‘[3]۔

مجھے اپنی نیت سے زیادہ سخت مقابلہ کسی اور چیز سے نہیں کرنا پڑا۔

عمر بن ذر سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا: ابا! کیا وجہ ہے کہ جب لوگوں کو آپ نصیحت کرتے ہیں تو لوگ زاروقطار روتے ہیں اور جب آپ کے علاوہ کوئی نصیحت

---

[1] الصوارم والأسنة، از ابو مدین شنقیطی سلفی رحمہ اللہ۔ نیز دیکھئے: شرح الاحیاء، اور ان سے کنوز الأجداد (ص: ۲۶۳) میں۔

[2] تذکرۃ السامع والمتکلم، (ص: ۱۹)۔

[3] الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۳۱۷، فقرہ: ۶۹۲)۔ (مترجم)

کرتا ہے تو لوگ نہیں روتے؟ انہوں کہا: بیٹے! حقیقی (سچی) نوحہ کرنے والی کرائے پر لائی گئی نوحہ کرنے والی جیسی نہیں ہوا کرتی [1]۔ اللہ آپ کو نیک توفیق بخشے، آمین۔

۲۔ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی جامع خصلت:

یعنی ''اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت'' اور اتباع خالص اور نبی معصوم ﷺ کے نقش قدم پر چل کر اس کا عملی ثبوت۔

ارشاد باری ہے:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ٣١﴾ [آل عمران:۳۱]۔

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

خلاصۂ کلام اینکہ یہ چیز اس ''زیور'' کی جڑ اور بنیاد ہے اور ان دونوں کی حیثیت وہی ہے جو لباس میں تاج کی ہوتی ہے۔

لہٰذا اے طلبہ! چونکہ آپ نے علم کے لئے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے اور نہایت عمدہ اور نفیس ترین عمل سے رشتہ قائم کیا ہے اس لئے میں آپ حضرات کو اور اپنے آپ کو ظاہر و باطن میں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی سرمایۂ زندگی ہے فضائل اور مدح وستائش کا محور و مرکز ہے، قوت و عظمت کا سرچشمہ ہے، رفعت و بلندی کی معراج ہے اور فتنوں سے دلوں کی حفاظت کا مضبوط اور قابل اعتماد رابطہ ہے، لہٰذا اس میں کوتاہی نہ کرنا۔

---

[1] العقد الفرید، از ابن عبد ربہ اندلسی، (۳/۱۴۹)۔

② سلف صالحین کے نقش قدم پر گامزن رہو:

سلف صالحین کے حقیقی نقش قدم پر رہ کر سلفی رہو، یعنی توحید اور عبادات وغیرہ دین کے تمام ابواب میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی پابندی کرتے ہوئے، سنتوں کو اپنی زندگی میں ڈھالتے ہوئے اور بحث و جدال، جھگڑا اور علم کلام نیز گناہ و معاصی اور شریعت بیزاری پر آمادہ کرنے والے امور میں پڑنے سے گریز کرتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ان کے نقش قدم پر قائم سلف صالحین کی راہ پر گامزن رہو۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (وفات: ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں [1]:

امام دارقطنی رحمہ اللہ (وفات: ۳۸۵ھ) سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میرے نزدیک علم کلام (عقلانیت) سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہیں''۔

میں (امام ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: یہ شخص کبھی بھی علم کلام (عقل پرستی) اور جدال وہٹ دھرمی میں داخل نہ ہوا، نہ اس میں پڑا، بلکہ سلفی تھا۔

اور درحقیقت یہی ''اہل سنت و جماعت'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی پیروی کرنے والے ہیں، ان کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں [2]:

''اہل سنت: مسلمانوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں، اور یہ لوگوں کے لئے سب سے بہتر ہیں''۔

لہٰذا اسی راہ پر قائم رہو۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]۔

اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء (۱۶/ ۴۵۷)۔

[2] منہاج السنۃ (۵/ ۱۵۸)، ایڈیشن جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض۔

③ اللہ کے خوف وخشیت کا التزام:

یعنی اسلام کے شعائر اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل اور لوگوں کو اس کی دعوت دیکر اس کے اظہار واعلان اور نشر واشاعت کی پابندی کرتے ہوئے اپنے علم وعمل اور کردار کے ذریعہ اللہ کی راہ دکھلاتے ہوئے، مردانگی، نرم خوئی اور نیک کردار سے آراستہ ہو کر اپنے ظاہر و باطن کو اللہ کی خشیت سے آباد کرنا۔

اور ان تمام باتوں کی کنجی اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت ہے، اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ (وفات: ۲۴۱ھ) نے فرمایا ہے:

"أَصْلُ الْعِلْمِ خَشْيَةُ اللّٰهِ تَعَالَى"[1]۔

اصل علم اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے۔

لہٰذا ظاہر و باطن میں اللہ کی خشیت کو لازم پکڑو' کیونکہ دنیا میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے عالم ہی ڈرتا ہے، لہٰذا عالم دنیا کا سب سے بہتر آدمی ہے، اور آپ کے ذہن سے یہ بات اوجھل نہ ہو کہ عالم اسی وقت عالم شمار کیا جاتا ہے جب وہ عمل کرنے والا ہو، اور عالم اسی وقت اپنے علم پر عمل کرتا ہے جب اس میں اللہ کی خشیت ہو۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (وفات: ۴۶۳ھ) نے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں نو آباء کی روایت کا لطیفہ اسنادیہ ہے، چنانچہ فرماتے ہیں[2]: ہمیں ابو الفرج

---

[1] دیکھئے: طبقات الحنابلہ، از، ۱/ ۳۸۲، بلفظ: "رأس العلم خشية اللّٰه تعالىٰ"۔ (مترجم)

[2] اقتضاء العلم العمل، از خطیب بغدادی، (ص: ۳۶، فقرہ: ۴۰)، وذم من لا یعمل بعلمہ، از ابن عساکر، نمبر (۱۵)، اور اس کی سند کے لئے ملاحظہ فرمائیں: لسان المیزان، (۴/ ۲۶-۲۷) از حافظ ابن حجر رحمہ اللہ۔

عبدالوہاب بن عبدالعزیز بن الحارث بن اسدالليث بن سلیمان بن اسود بن سفیان بن زید بن اکینہ بن عبداللہ تمیمی نے اپنے حافظہ سے بتلایا' فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"هَتَفَ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ، فَإِنْ أَجَابَهُ، وَإِلَّا ارْتَحَلَ"۔

علم عمل کو آواز دیتا ہے' اگر وہ جواب دے (یعنی اس کے مطابق عمل کرے) تو ٹھیک ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

اس سے قریب قریب الفاظ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بھی مروی ہیں۔

(۴) ہمیشہ اللہ کی نگہداشت کا احساس:

اللہ کے خوف اور اس کی رحمت کی امید کے درمیان اللہ کی جانب چلتے ہوئے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی دائمی نگرانی کے شعور سے آراستہ رہنا ضروری ہے، کیونکہ ایک مسلمان کے لئے خوف و امید کی حیثیت پرندے کے دو بازوؤں جیسی ہے۔

لہٰذا پوری طرح اللہ کی جانب مائل و متوجہ ہو جاؤ، تمہارا دل اللہ کی محبت سے لبریز اور

تمہاری زبان اس کے ذکر سے تر رہنی چاہئے' نیز اللہ کے احکام اوراس کی حکمتوں سے فرحت ومسرت محسوس کرنااوراس سے خوش ہونا چاہئے۔

⑤ تواضع اختیار کرنا، غرور وتکبر اور تعلّی سے اجتناب کرنا:

علم کی عزت وعظمت کی خاطر حصول علم کی ذلت برداشت کرتے ہوئے اورحق کی تابعداری کرتے ہوئے عفت و پاکدامنی' حلم و بردباری، صبر وتحمل، حق کے لئے تواضع وانکساری، متانت، وقار، سادگی، پست بازو، سنجیدگی اور ٹھہراؤ جیسے نفس کے اعلیٰ آداب سے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔

اس لئے ان آداب کے نواقض سے چوکنا رہو، کیونکہ یہ نواقض گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ' آپ کے خلاف اس بات کی گواہی قائم کرنے والے ہوں گے کہ آپ کی عقل میں کوئی بیماری ہے، نیز یہ کہ آپ علم اوراس پر عمل سے محروم ہیں، لہٰذا غرور ونخوت سے بچتے رہنا کیونکہ یہ نفاق اور تکبر ہے، اور سلف صالحین اس سے بڑی شدت سے بچتے تھے:

اس سلسلہ میں ایک دقیق بات امام ذہبی نے عمرو بن اسود عنسی رحمہما اللہ کی سیرت میں نقل فرمائی ہے جن کی وفات عبدالملک بن مروان (وفات: ۸۶ھ) کے دور خلافت میں ہوئی: کہ جب وہ مسجد سے نکلتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے تھے! جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس ڈر سے کہ کہیں میرا ہاتھ منافقت نہ کرے۔

میں (ذہبی) کہتا ہوں: وہ اس خوف سے پکڑ لیتے تھے کہ کہیں ان کے چلنے میں ان کے ہاتھ سے اکڑ کا اظہار نہ ہو کہ ایسا کرنا تکبر کے قبیل سے ہے[1]۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۴/ ۸۰)۔

اور یہ چیز عنسی رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آئی ہوگی۔

اور دیکھنا ظالموں جابروں کے مرض ''کبر و انانیت'' سے بھی بچنا، کیونکہ کبر و تعلی، لالچ اور حسد وہ اولین گناہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی گئی [1]، لہٰذا آپ کا اپنے استاذ سے زبان درازی کرنا تکبر ہے، اپنے سے کمتر فائدہ پہنچانے والے سے کترانا بھی تکبر ہے، اسی طرح آپ کا علم کے مطابق عمل کرنے میں کوتاہی برتنا بھی تکبر کا بدبودار کیچڑ اور محرومی کی علامت ہے۔

العلم حـــرب للفتى المعالي كالسيل حرب للمكان العالي

متکبر نوجوان کے لئے علم ویسے ہی دشمن ہے جیسے سیلاب مقامِ بلند کا حریف ہے۔

لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے زمین سے چپکے رہو (یعنی تواضع اختیار کرو)، اور جب بھی آپ کا نفس تکبر و انانیت یا بڑکپن یا شہرت پسندی یا خودنمائی وغیرہ علم کا خون کرنے والی، اس کی شان وشوکت کو تباہ کرنے والی اور اس کے نور کو گل کرنے والی آفتوں پر آمادہ ہو اسے دباؤ، کچلو اور پست کر کے رکھ دو۔ اور آپ کو جس قدر بھی علم یا بلندی حاصل ہو جائے اس خوبی کو لازم پکڑے رہو، بڑی نیک بختی اور عظیم مقام و مرتبہ سے ہمکنار ہو گے جس پر لوگ رشک کریں گے۔

مستند امام اور کتب ستہ کے راوی بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ (وفات: ۱۰۶ھ) کے بیٹے امام عبداللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ایک شخص کو اپنے (میرے) والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ عرفہ میں کھڑے تھے، یکایک ان پر رقت طاری ہوئی، کہنے لگے: اگر میں یہاں اِن

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ۱۰/ ۱۲۶۔

لوگوں کے درمیان نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ ان کی مغفرت ہوگئی“۔

اسے امام ذہبی نے روایت کیا ہے [1] اور فرمایا:

”میں کہتا ہوں: اسی طرح بندے کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو حقیر جانے اور اسے کچلنے کی کوشش کرے“۔

۶ قناعت پسندی اور دنیا سے بے رغبتی:

طالب علم کو قناعت پسندی اور زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کی خوبی سے آراستہ ہونا چاہیئے۔

اور زہد کی حقیقت یہ ہے کہ [2]: ”مشتبہ امور سے اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کی لالچ سے باز رہ کر حرام سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور اس کی چہار دیواری سے دور رہا جائے“۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ (وفات: ۲۰۴ھ) سے مروی ہے [3]:

”اگر کوئی انسان کسی سب سے زیادہ عقلمند کی بابت وصیت کرے تو اسے زاہدوں کی طرف پھیر دیا جائے گا (کیونکہ سب سے زیادہ عقلمند وہی ہیں)“.

اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۸۹ھ) سے مروی ہے کہ جب ان سے کہا گیا: کہ کیا آپ زہد کے بارے میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے کہا: ”میں نے خرید وفروخت (تجارت) کے بارے میں ایک کتاب لکھ دی ہے“[4]۔

یعنی درحقیقت زاہد وہی ہے جو تجارتی امور اور دیگر تمام معاملات اور پیشوں میں

---

[1] سیر أعلام النبلاء (۴/ ۵۳۴)۔ نیز مجموع فتاوی (۱۴/ ۱۶۰) میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عمدہ بات ملاحظہ فرمائیں۔

[2] - [4] تعلیم المتعلم ، از زرنوجی ، (ص: ۲۸)۔

شبہات اور ناپسندیدہ امور سے احتراز کرے“۔

لہٰذا طالب علم کو چاہئے کہ اپنی زندگی میں اتنا معتدل رہے کہ اس کے لئے عار وعیب کا باعث نہ ہو، بایں طور کہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کو ان چیزوں سے بالکل محفوظ رکھے، اور ذلت ورسوائی کی حرکتوں میں نہ پڑے۔

ہمارے شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (وفات: ۱۷/ ۱۲/ ۱۳۹۳ھ) دنیوی امور میں بڑے زاہد اور بھولے بھالے انسان تھے، میں نے انہیں دیکھا کہ وہ کاغذی نوٹوں کی صنفوں کو بھی نہیں جانتے تھے، انہوں نے براہ راست مجھ سے کہا:

”میں اپنے وطن شنقیط (موریطانیا، افریقہ) سے اس حال میں آیا تھا کہ میرے پاس ایک ایسا خزانہ تھا جو کم ہی کسی کے پاس ہوتا ہے، یعنی ”قناعت“، اور اگر میں مناصب اور عہدوں کا خواہشمند ہوتا تو اس راستہ کو بھی جان لیتا، لیکن میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا، اور نہ ہی دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے علم خرچ کرتا ہوں“۔ اللہ اُن پر اپنی کشادہ رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

⑦ علم کی رونق سے آراستہ ہونا:

علم کی رونق سے آراستہ ہونے کا معنیٰ ہے: نیک رہن سہن اور عمدہ طور طریقہ اپنانا مثلاً: ہمیشہ متانت وسنجیدگی، وقار، خشوع، تواضع اور ظاہر و باطن کو آباد کرکے راہ راست پر قائم رہنا اور اپنے آپ کو اس کے نواقض سے بالکلیہ بچائے رکھنا۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۰ھ) سے مروی ہے فرماتے ہیں:

”لوگ (یعنی سلف صالحین) جس طرح علم حاصل کرتے تھے اسی طرح عمدہ طور طریقہ بھی حاصل کرتے تھے“۔

اور رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۲ھ) سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا: ''ہمیں حدیثیں بیان کرو اور دیکھنا کسی مردہ ضمیر اور طعنہ جو کے واسطے سے نہ بیان کرنا''۔

ان دونوں روایتوں کو امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''الجامع'' میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے[1]:

''طالب علم پر واجب ہے کہ لہولعب، کھیل کود، لغو، حماقت، ہنسی، قہقہہ، بکثرت ٹھٹھا اور مذاق وغیرہ کے ذریعہ مجالس میں پھوہڑ پن سے اجتناب کرے، کیونکہ مزاح نہایت معمولی، نادر، لطیف جو ادب اور طریقۂ علم سے خارج نہ کرے، اتنا ہی جائز ہے، اس کے علاوہ جو مزاح مستقل، بکثرت، سطحی اور دلوں میں بغض وحسد پیدا کرنے والا اور شر و برائی کا سبب ہو، مذموم ہے، اور بکثرت ہنسی مذاق انسان کی قدر گھٹا دیتا ہے اور مروءت ختم کر دیتا ہے''۔

اور کہا جاتا ہے: ''آدمی جو حرکت کرتا ہے اُسی سے پہچانا جاتا ہے''۔

لہٰذا اپنی مجلسوں اور گفتگو میں ان پست حرکتوں سے اجتناب کرو۔

جبکہ بعض جاہلوں کا گمان یہ ہے کہ اس میں کشادگی باعث راحت، خوشی اور اطمینان ہے!!

احنف بن قیس رحمہ اللہ (وفات: ۶۷ھ) سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''ہماری مجلسوں میں عورتوں اور کھانے کا ذکر کرنے سے اجتناب کرو، مجھے اس آدمی سے بڑی نفرت ہے جو ہمیشہ اپنی شرمگاہ اور پیٹ کی تعریف کرتا رہے''[2]۔

محدَّث ملہم امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خط میں قضا کے بارے میں ہے:

---

[1] الجامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۱۵۶)۔

[2] سیر أعلام النبلاء (۴/ ۹۴)۔

''جو شخص اپنے آپ کو ایسی چیزوں سے آراستہ کرے گا جو اس میں نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ اسے عیب دار کردے گا''۔

اس کی شرح امام ابن القیم رحمہ اللہ کے یہاں ملاحظہ فرمائیں [1]۔

⑧ مروءت سے آراستہ ہونا [2]:

طالب علم کو ادب ومروءت اور اس پر آمادہ کرنے والی صفات: اخلاق کریمانہ، ہشاش بشاش چہرہ، سلام، لوگوں کے ساتھ تحمل، تکبر کے بغیر بلند مزاجی، ظلم و جبر کے بغیر خودداری، عصبیت کے بغیر بیدار مغزی اور ٹھوس پن اور جاہلیت کے بغیر غیرت وحمیت، وغیرہ سے آراستہ ہونا چاہئے۔

لہٰذا مروءت کو عیب دار کرنے والی چیزوں سے بچو' خواہ طبیعت میں ہو یا قول وعمل میں' مثلاً کوئی ذلت آمیز پیشہ، یا گھٹیا عادت جیسے خود پسندی، ریاکاری، اکڑ پن، غرور وتکبر، دوسروں کی تحقیر اور شک وشبہہ اور تہمت کی جگہوں پر جانا وغیرہ۔

⑨ مردانہ خوبیوں سے متصف ہونا:

طالب علم کو مردانہ صفات سے متصف ہونا چاہئے' جیسے شجاعت، حق کی بابت سخت جانفشانی، اخلاق کریمانہ، اور خیر کی راہوں میں خرچ کرنا یہاں تک کی لوگوں کی آرزوئیں آپ کے مقام سے نیچے ہی ختم ہوجائیں۔

لہٰذا اس کے نواقض سے بچو مثلاً ہمت کی کمزوری، بے صبری، پست اخلاقی وغیرہ، کیونکہ

---

[1] اِعلام الموقعین، (۲/ ۱۶۱-۱۶۲)۔

[2] اس بارے میں مستقل کتابیں موجود ہیں، دیکھئے: معجم الموضوعات المطروقۃ، ص (۳۹۲)۔

یہ چیزیں علم کو کھا جاتی ہیں، زبان کو حق گوئی سے روک دیتی ہیں اور اس کی پیشانی پکڑ کر اس کے دشمنوں کے پاس اس وقت لے جاتی ہیں جب حالات اللہ کے نیک بندوں کے چہروں کو دہکتی آگ کے انگاروں سے جھلسا رہے ہوتے ہیں۔

⑩ ناز ونعمت اور عیش وعشرت سے اجتناب:

ناز ونعمت اور عیش وعشرت میں نہ ڈوبو، کیونکہ ''البَذَاذَةُ مِنَ الإِيمان''[1] خستہ حالی اور تواضع ایمان کا حصہ ہے۔ اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (وفات: ۲۳ھ) کی اس وصیت پر کار بند رہو جو انہوں نے اپنے مشہور خط میں کی تھی:

''وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَزِيَّ الْعَجَمِ، وَتَمَعْدَدُوا، وَاخشَوشِنُوا...''[2]۔

ناز ونعمت اور عجمیوں کے رہن سہن سے بچو، معد جیسی (خستہ حالی اور سادگی کی) زندگی گزارو، اور کھردرا پن اپناؤ۔

لہٰذا نئی تہذیب کے کھوٹے پن سے کنارہ کش رہو؛ کیونکہ یہ طبیعتوں میں نسوانیت اور زنانہ پن پیدا کرے گی، اعصاب اور پٹھوں کو ڈھیلا کر دے گی، اور تمہیں اوہام وخیالات کے جالوں میں پھنسا کر رکھ دے گی، (نتیجہ یہ ہوگا کہ) جفاکش اور محنت جو اپنے مقاصد کی منزلیں طے کرلیں گے اور تم اپنے لباس کی دلکشی اور جاذبیت میں مشغول ہو کر اپنی جگہ پر ہی پڑے رہو گے، گرچہ کہ اس میں پائی جانے والی چیزیں حرام اور مکروہ نہیں ہوتیں، لیکن

---

[1] جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے، دیکھئے: السلسلة الصحیحة، حدیث (۳۴۱)، وتعظیم قدر الصلاة، از ابونصر مروزی، حدیث (۴۸۴)۔

[2] مسند علی بن الجعد، (۱/ ۵۱۷)، حدیث (۱۰۳۰)، اور ان سے امام ابن القیم نے الفروسیة میں، ص (۹)، وادب الاملاء والاستملاء، ص (۱۱۸)۔ اور اس کی اصل صحیحین میں ہے۔

وہ صالح اور بہتر طریقہ نہیں ہوتا، اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور زیب وزینت لباس کی طرح ہوتی ہے، جو کسی شخص کے میلان ورجحان اور ربط ضبط کی علامت بلکہ اس کی تحدید ہوا کرتی ہے، اور لباس تو محض کسی شخص کی ذات کی تعبیر کا ایک وسیلہ ہے۔

لہٰذا اپنے لباس کے سلسلہ میں چوکنا رہو؛ کیونکہ لباس دوسروں کے سامنے تمہارے انتساب، رجحان اور ذوق وغیرہ کی عکاسی کرتا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ: ظاہری لباس انسان کے باطنی میلان پر دلالت کرتا ہے، اور لوگ تمہارے لباس ہی سے تمہارا معیار متعین کریں گے، بلکہ لباس زیب تن کرنے کی کیفیت بھی دیکھنے والے کی نگاہ میں پہننے والے کی شخصیت کی گیرائی، وزن، سوجھ بوجھ، یا ظاہری شیخیت یا رہبانیت، یا بچکانہ پن، نادانی اور شہرت پسندی کا معیار بتلاتی ہے۔

لہٰذا لباس ایسا پہنو جو تمہیں آراستہ کرے، عیب دار نہ کرے، تمہارے سلسلہ میں کسی نکتہ چینی، انگشت نمائی یا عیب جوئی کا سبب نہ ہو، اور جب تمہارا لباس اور طریقۂ لباس تمہارے علم شرعی کے ساتھ ہم آہنگ ہوگا تو وہ تمہاری تعظیم اور تمہارے علم سے استفادہ کا زیادہ باعث ہوگا، بلکہ تمہاری نیک نیتی کے سبب عبادت اور نیکی بن جائے گا؛ کہ یہ مخلوق کو حق کی طرف رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا[1]:

مجھے قاری یعنی عالم دین کو سفید پوش دیکھنا زیادہ محبوب ہے۔

یعنی تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی شخصیت باوقار ہو، اور اس کے سبب اس کے پاس موجود حق کی بھی تعظیم کی جائے۔

---

[1] الاحکام، از امام قرافی ص (۲۷۱)۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول لوگوں کی مثال پرندوں کے جھنڈ جیسی ہے،ایک دوسرے کی مشابہت اپنانا ان کی فطرت میں ہے[1]۔

لہٰذا دیکھنا بچکانہ پن اور غیر مہذب لوگوں کے لباس سے بچنا، رہا افرنگی لباس تو اس کا حکم تم سے پوشیدہ نہیں! البتہ اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ تم بگڑا ہوا اور بُرا لباس پہنو، بلکہ مقصد یہ ہے کہ شرعی روایت کے مطابق لباس اور پہناوے میں میانہ روی ہو، اُس پر نیکی، شرافت، حسن سلیقہ اور عمدگی کی چھاپ ہو۔

اس کی دلیلیں سنت اور رقائق کی کتابوں بالخصوص امام خطیب بغدادی کی ''الجامع'' میں موجود ہیں[2]۔

اس اشارہ کو غیر مناسب اور بُرا نہ سمجھنا؛ کیونکہ رقاق، آداب اور لباس وغیرہ کی کتابوں میں اہل علم اس پر تنبیہ کرتے رہے ہیں[3]، واللہ اعلم۔

⑪ لغو اور فضول مجلسوں سے اعراض:

تغافل برتتے ہوئے اپنی مجلسوں میں منکرات انجام دینے اور ادب و شرافت کے پردے چاک کرنے والوں کی صحبت سے گریز کرو؛ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو علم اور اہل علم کے حق میں بڑے مجرم ٹھہرو گے۔

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ،(۲۸/ ۱۵۰)۔

[2] ادب الاملاء والاستملاء، ص (۱۱۶-۱۱۹)، واقتضاء الصراط المستقیم، ومجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۱/ ۵۳۹)، نیز دیکھئے: کتاب الروح، از امام ابن القیم رحمہ اللہ، ص (۴۰)۔

[3] الجامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۱۵۳-۱۵۵)۔

⑫ گپ شپ اور شور وغل سے اعراض:

طالب علم کو شور وغل اور بے جا کثرت کلام سے احتراز کرنا چاہیئے، کیونکہ غلطی شور وغل ہی کی کوکھ سے نکلتی ہے، اور یہ آداب طالب علمی کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر پیاری بات وہ ہے جو صاحب ''الوسیط فی اُدباء شنقیط'' نے (ص: ۳۷ میں) ذکر فرمائی ہے اور ان سے صاحب ''معجم المعاجم'' نے نقل کیا ہے:

کہ دو قبیلوں میں تنازعہ ہو گیا، ایک تیسرے قبیلہ نے ان دونوں کے درمیان مصالحت کی کوشش کی، چنانچہ وہ شریعت کے فیصلہ پر راضی ہو گئے اور ایک قاضی کو حکم تسلیم کر لیا، اُس قاضی نے فیصلہ کیا کہ دوسرے قبیلہ سے جو چار لوگ قتل کئے گئے ہیں اُن کے بدلے کسی قبیلے کے چار لوگوں کو قتل کر دیا جائے! تو شیخ باب بن احمد نے کہا: اس قسم کی صورت حال میں قصاص ہی نہیں ہے، قاضی نے کہا: ایسی بات کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے! شیخ باب بن احمد نے کہا: بلکہ کوئی بھی کتاب اس مسئلہ سے خالی نہیں ہے! قاضی نے کہا: یہ قاموس (ڈکشنری) بھی-یعنی کتاب کے عموم میں یہ ڈکشنری بھی شامل ہے-تو شیخ باب نے فوراً ڈکشنری اُٹھائی، اُس میں سب سے پہلے جس چیز پر ان کی نظر پڑی وہ یہ تھی:

''والهَيْشَةُ: الفِتْنَةُ، وأُمُّ حُبَيْنٍ، وَلَيْسَ فِي الهَيْشَاتِ قَوَدٌ''.

یعنی الهَيْشَةُ: فتنہ کو کہا جاتا ہے اور اُم حبین کو بھی کہتے ہیں، جو ایک قسم کا رینگنے والا جانور ہوتا ہے، اور هَيْشَات: یعنی فتنوں میں قتل کئے جانے والے جس کے قاتل کا پتہ نہ ہو، قصاص نہیں ہے!

تو لوگ ایسے مشکل موقف میں اس قسم کی برجستگی اور حاضر جوابی سے حیران رہ گئے۔ گفتگو مختصراً ختم ہوئی۔

⑬ نرم گفتگو:

بات چیت میں نرم لب ولہجہ اختیار کرو، ترش اور سخت الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کرو؛ کیونکہ نرم گفتگو متنفر طبیعتوں میں الفت ومحبت پیدا کرتی ہے۔اور اس سلسلہ میں کتاب وسنت کے دلائل بکثرت ہیں۔

⑭ غور وفکر:

طالب علم کو غور وفکر اور تامل کی خوبی سے آراستہ ہونا چاہئے؛ کیونکہ جو غور وفکر کرتا ہے مقصد پالیتا ہے، اور کہا گیا ہے: ''غور وفکر کیا کرو، مقصد حاصل کرلوگے''۔

لہٰذا بات کرتے ہوئے غور کرو کہ کیا بول رہے ہو؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ نیز تعبیر اور انداز واسلوب میں بھی احتیاط برتو کہ اس میں سختی، جارحیت، شدت یا حقیقت سے زیادہ اپنی مہارت وصلاحیت کا اظہار نہ ہو، اور مذاکرہ کرتے وقت غور کرو کہ معنیٰ ومقصود کی ترجمانی کے لئے کونسا مناسب انداز اختیار کروگے، اسی طرح سائل کے سوال کے وقت غور کرو کہ اُس کے سوال کا اصل مقصود کیسے سمجھوگے، کہ سوال میں دو صورتوں کا احتمال نہ ہو، وغیرہ۔

⑮ ثابت قدمی، ٹھہراؤ، صبر وضبط اور جفاکشی:

ثابت قدمی اور پامردی کی صفت اپناؤ، بالخصوص مصائب ومشکلات کے وقت، اور اسی قبیل سے حصول علم میں ثابت قدمی، صبر وضبط اور علماء ومشائخ سے علم حاصل کرنے کی خاطر کئی کئی گھنٹے صرف کرنا بھی ہے؛ کیونکہ ''جو ثابت قدم رہتا ہے وہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے''۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

دوسری فصل:

حصول علم کی کیفیت کے آداب

⑯ طلب علم کی کیفیت اور اُس کے مراتب:

”جو اصول یعنی علم کی بنیادوں کو از بر نہیں کرتا منزل مقصود تک رسائی سے محروم رہتا ہے“[1]، اور ”جو یکبارگی پورا علم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا پورا ہی ضائع ہو جاتا ہے“[2]، نیز کہا جاتا ہے: ”کانوں میں علم کا ازدحام سمجھنے کی راہیں کھو دیتا ہے“[3]۔

لہٰذا ہر مطلوب فن کو اس کی اساس اور جڑ سے اُس فن کی بنیاد اور مختصر کتاب کو کسی کہنہ مشق اور ماہر استاذ کی شاگردی میں از بر کر کے، حاصل کرنا ضروری ہے، ذاتی طور پر نہیں، نیز بستہ بستہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَقُرْءَانًا فَرَقْنَٰهُ لِتَقْرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾﴾ [الاسراء:۱۰۶]۔

قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ آپ اسے بہ مہلت لوگوں کو

---

1. تذکرۃ السامع والمتکلم ص (۱۴۴)۔
2. فضل العلم، از ارسلان ص (۱۴۴)۔
3. شرح الاحیاء (۱/ ۳۳۴)۔

سنائیں اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾﴾ [الفرقان: ۳۲]۔

اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا، اسی طرح ہم نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) اتارا تا کہ اس سے ہم آپ کا دل قوی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ [البقرة: ۱۲۱]۔

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے چند باتیں ہیں جن کی ہر فن کے حصول میں رعایت کرنا ضروری ہے:

① مطلوبہ فن میں کوئی مختصر کتاب حفظ کرنا۔

② کسی ٹھوس علم والے شیخ کی شاگردی میں اسے ازبر کرنا اور سمجھنا۔

③ کسی بھی فن کی اصل اور بنیاد کو ازبر کرنے سے پہلے بڑی کتابوں اور علیحدہ و مستقل تصنیفات میں مشغول نہ ہونا۔

④ کسی اہم سبب کے بغیر ایک مختصر سے دوسرے مختصر کی طرف منتقل نہ ہونا، کیونکہ ایسا کرنا اکتاہٹ اور الجھن کا باعث ہوسکتا ہے۔

⑤ علمی فوائد وضوابط کو فوری نوٹ کرنا۔

⑥ طلب علم اور اس میں ترقی کے لئے ہمت جٹانا، اور حصول علم اور بلندی کی منزلیں

طے کرنے پر خوب توجہ دینا اور اور اپنے آپ کو محنت و جفاکشی کی آگ میں جلانا' تاکہ پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ بڑی اور مطول کتابوں تک رسائی ہوسکے۔

امام ابن العربی المالکی رحمہ اللہ (وفات: ۵۴۳ھ)[1] کی رائے یہ ہے کہ طالب علم حصول علم میں دو علوم کو گڈ مڈ نہ کرے' نیز یہ کہ پہلے عربی زبان، شعر اور حساب وغیرہ سیکھے' پھر قرآن کریم سیکھے۔

لیکن علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (وفات: ۸۰۸ھ) نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ نتائج اس رائے کی تائید نہیں کرتے' لہٰذا قرآن کریم کا علم اور اس کا حفظ ہی مقدم ہے؛ کیونکہ بچہ جب تک گود میں ہوتا ہے تابع فرمان ہوتا ہے اور جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اسے قابو میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

رہا مسئلہ تعلیم میں دو یا دو سے زیادہ علوم کا خلط ملط کرنا، تو یہ طلبہ کے ادراک، سوجھ بوجھ، فہم اور نشاط وچستی کے فرق واختلاف پر مبنی ہے۔

بعض اہل علم مبتدی طلبہ کو فقہ حنبلی ''زاد المستقنع'' پڑھاتے تھے، اور اُن سے اونچے طلبہ کو فقہی و مسلکی اختلافات بتانے کے لئے ''المقنع'' پڑھاتے تھے' پھر اونچے اختلافات بتلانے کے لئے ''المغنی'' پڑھاتے تھے، اور پہلے طبقے کے طلبہ کو دوسرے طبقے کے طلبہ کے درس میں نہیں بیٹھنے دیتے تھے، اسی طرح دوسرے طبقے والوں کو تیسرے میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے؛ تاکہ تشویش نہ ہو۔

معلوم ہونا چاہئے کہ مشائخ کے یہاں حصول علم کی اساس و بنیاد کے لئے مختصرات پھر مطولات (بڑی کتابوں) کا ذکر عام طور پر مختلف ممالک میں مکاتب فکر کے اختلاف اور

---

[1] تراجم الرجال، از خضر حسین ص (۱۰۵)، وفتاوی ابن تیمیہ (۲۳/ ۵۴-۵۵)، بڑی اہم بات ہے۔

اس ملک کے علماء دیگر مختصرات کے بجائے جس مختصر کے حفظ واتقان پر چلتے رہے ہیں، اس پر مبنی ہے۔

اور اب حالت یہ ہے کہ یہ چیزیں طالب علم کی سوچ ،فہم ،طبیعت، تیاری اور آمادگی کی قوت وضعف اور ذہن کی تیزی وکمزوری کی بنیادوں پر مختلف ہوتی ہیں۔

اور ہمارے ملک (مملکت سودی عرب) میں مکتب اور حفظ قرآن کریم کے مرحلہ کے بعد مساجد کے دروس میں مشائخ کے یہاں طلب علم کے تین مراحل ہیں: مبتدی طلبہ کا مرحلہ، پھر متوسط طلبہ کا مرحلہ اور پھر منتہی طلبہ کا مرحلہ۔

چنانچہ توحید عبادت میں: ''ثلاثۃ الاصول و أدلتھا'' اور ''القواعد الاربع'' پھر ''کشف الشبھات'' اور پھر ''کتاب التوحید'' پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ چاروں کتابیں شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ (وفات: ۱۲۰۶ھ) کی ہیں۔

اور توحید اسماء وصفات میں: ''العقیدۃ الواسطیۃ'' پھر ''الحمویۃ'' اور ''التدمریۃ''؛ یہ تینوں کتابیں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (وفات: ۷۲۸ھ) کی ہیں، پھر ''الطحاویۃ'' امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ (وفات: ۳۲۱ھ) اور اس کی شرح پڑھائی جاتی ہے۔

اور نحو میں: ''الاجرومیۃ'' امام ابن آجروم صنہاجی (وفات: ۷۲۳ھ) کی، پھر ''ملحۃ الاعراب'' امام حریری (وفات: ۵۱۶ھ) کی، پھر ''قطر الندیٰ'' امام ابن ہشام (وفات: ۷۶۱ھ) کی، اور ''ألفیۃ ابن مالک'' (وفات: ۶۷۲ھ) مع شرح امام ابن عقیل (وفات: ۷۶۹ھ) پڑھائی جاتی ہے۔

اور حدیث میں: ''الأربعین'' امام نووی (وفات: ۶۷۶ھ) کی، پھر ''عمدۃ الأحکام'' امام مقدسی (وفات: ۶۰۰ھ) کی، پھر ''بلوغ المرام'' امام ابن حجر (وفات: ۸۵۲ھ) کی،

اور ''المنتقیٰ'' مجد ابن تیمیہ (وفات: ۶۵۲ھ) کی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور پھر اس کے بعد امہات ستہ (صحیحین وسنن اربعہ) وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اور مصطلح میں: ''نخبۃ الفکر'' امام ابن حجر رحمہ اللہ کی، پھر ''الألفیۃ'' امام عراقی رحمہ اللہ (وفات: ۸۰۶ھ) کی پڑھائی جاتی ہے۔

اور فقہ میں: بطور مثال ''آداب المشی إلی الصلاۃ''، شیخ محمد عبدالوہاب رحمہ اللہ کی، پھر ''زاد المستقنع'' امام حجاوی (وفات: ۹۶۸) کی، یا ''عمدۃ الفقہ'' پھر مسلکی اختلافات کی معلومات کے لئے ''المقنع'' اور اُونچے اختلافات کے لئے ''المغنی'' یہ تینوں کتابیں امام ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (وفات: ۶۲۰ھ) کی ہیں۔

اور اصول فقہ میں: ''الورقات'' امام جوینی (وفات: ۴۷۸ھ) کی، پھر ''روضۃ الناظر'' امام ابن قدامہ کی پڑھائی جاتی ہے۔ رحمہما اللہ

اور فرائض میں: ''الرحبیۃ'' موفق الدین (وفات: ۵۷۷ھ) مع شروح، اور ''الفوائد الجلیۃ'' از علامہ ابن باز رحمہ اللہ (وفات: ۱۴۲۰ھ)۔

اور تفسیر میں: ''تفسیر ابن کثیر'' امام ابن کثیر رحمہ اللہ (وفات: ۷۷۴ھ) کی۔

اور اصول تفسیر میں: ''المقدمۃ'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی۔

اور سیرت میں: ''مختصر سیرۃ النبی ﷺ'' شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی، اور اس کی اصل ''السیرۃ النبویۃ'' امام ابن ہشام (وفات: ۲۱۳ھ) کی، اور ''زاد المعاد'' امام ابن القیم (وفات: ۷۵۱ھ) رحمہم اللہ کی۔

اور عربی زبان میں: عربی اشعار کا اہتمام جیسے ''المعلقات السبع'' اور امام فیروز آبادی (وفات: ۸۱۷ھ) کی ''القاموس المحیط'' کا مطالعہ۔

اسی طرح مختلف فنون کے حصول کے مراحل میں۔

اسی کے ساتھ ساتھ لوگ مطولات (بڑی بڑی کتابوں) کو بھی پورا پورا پڑھ ڈالتے تھے، جیسے ''تاریخ ابن جریر'' (وفات: ۳۱۰ھ) اور ''تاریخ ابن کثیر'' اور ان دونوں کی تفسیریں۔ ایسے ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم رحمہما اللہ اور ائمۂ دعوت سلفیت کی کتابوں اور ان کے فتاوؤں بالخصوص عقائد میں ان کی دوٹوک اور فیصلہ کن تحریروں پر ترکیز کرتے تھے۔

اس طرح سلف صالحین کے اوقات طلب علم اور علمی مجلسوں میں مشغول رہا کرتے تھے، چنانچہ صلاۃ فجر سے لیکر چاشت کے وقت تک، پھر صلاۃ ظہر سے کچھ پہلے قیلولہ ہوتا تھا، اسی طرح پنجوقتہ نمازوں کے بعد بھی دروس منعقد ہوا کرتے تھے۔ اور یہ سیکھنے سکھانے والے (علماء وطلبہ) سلف صالحین رحمہم اللہ کے منہج کے مطابق طرفین کا آپس میں حد درجہ ادب و احترام کیا کرتے تھے اور ان کی خودداری کا بڑا پاس ولحاظ رکھتے تھے، اسی لئے انہیں منزل مقصود تک پہنچنے کی توفیق ملی اور ان میں سے ایک جم غفیر علم کے باب میں بڑے بڑے ائمہ کی فہرست میں شمار ہوئی، والحمدللہ رب العالمین۔

تو بھلا کیا طلب علم کی اصلیت اور روحانیت کی طرف دوبارہ پلٹنے کی کوئی صورت ہے؟ کہ تیار شدہ مذکرات اور نوٹس کے بجائے معتبر مختصرات پڑھے پڑھائے جائیں اور صرف فہم پر اعتماد کرنے کے بجائے انہیں حفظ کیا جائے!! کہ طلبہ پوری طرح ضائع ہوتے جارہے ہیں نہ حفظ باقی رہ گیا ہے نہ فقہ وفہم؟؟

جبکہ سلف صالحین کے نقش قدم کی پیروی اس وقت ہوسکتی ہے جب تلقین (زبانی تعلیم) دھوکہ، آمیزش وملاوٹ اور میل کچیل سے خالی ہو؟؟ اللہ ہی مددگار ہے۔

حافظ عثمان بن خرزاذ (وفات ۲۸۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں [1]:

"صاحب حدیث میں پانچ خوبیاں ہونی چاہئیں، اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو وہ نقص ہے: عمدہ عقل، دین، ضبط (یاد داشت اور قوت حافظہ)، اپنے فن کی مہارت، اور اسی کے ساتھ امانت داری جس سے اس کی شناخت ہو"۔

میں (یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: امانت دین کا حصہ ہے، اور ضبط مہارت ولیاقت میں داخل ہے، اسی لئے حافظ حدیث میں جو چیزیں پائی جانی چاہئیں وہ یہ ہیں: کہ وہ متقی ہو، ذہین ہو، نحوی (زبان عربی کے قواعد کا جاننے والا) ہو، لغوی (عربی زبان کا عالم) ہو، پاکیزہ اور نیک ہو، حیادار اور باغیرت ہو، سلفی ہو، اپنے ہاتھوں سے دوسو جلدیں لکھنے کے قابل ہو، اور احادیث کے معتبر دواوین سے پانچ سو جلدیں حاصل کر لینے کا اہل ہو، نیز یہ کہ خالص نیت اور تواضع کے ساتھ مرتے دم تک علم حاصل کرنے سے تھکنے، اکتانے، اور ہمت ہارنے والا نہ ہو، بصورت دیگر اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے"۔

⑰ علماء و مشائخ سے علم حاصل کرنا:

طلب علم میں اصل یہ ہے کہ تلقین اور اساتذہ کے ذریعہ علم حاصل کیا جائے، علماء و مشائخ سے ہم کلام ہوا جائے، اور اہل علم کی زبانوں سے سن کے علم لیا جائے، براہ راست صحیفوں اور کتابوں سے کسب علم نہ کیا جائے۔ کیونکہ پہلی صورت نسب والے کا براہ راست نسب والے سے علم حاصل کرنے کے قبیل سے ہے، اور وہ استاذ اور معلم ہے، رہی دوسری صورت کتاب سے علم حاصل کرنے کی تو وہ ایک جامد شے ہے، اس میں نسب سے اتصال کہاں ہے؟؟

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۳/ ۳۸۰)۔

اور کسی کہنے والے نے کہا ہے: ''جو علم میں تنہا داخل ہوتا ہے؛ تنہا ہی نکلتا ہے''[1]؛ یعنی جو استاذ کے بغیر علم حاصل کرنا چاہتا ہے' بلا علم ہی واپس لوٹتا ہے؛ کیونکہ علم ایک صنعت اور کاریگری ہے' اور ہر صنعت کا ایک صانع اور کاریگر ہوا کرتا ہے، لہٰذا اس کاریگری کو اس کے ماہر استاذ ہی سے سیکھنا اور حاصل کرنا ضروری ہے۔

اس بات پر اہل علم کا تقریباً اجماع ہے، سوائے علی بن رضوان مصری طبیب (وفات ۴۵۳ھ) جیسے شاذ آدمی کے، کہ ان پر اُن کے ہم عصروں اور بعد کے علماء بھی نے رد کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اُن کی سوانح میں رقمطراز ہیں[2]:

''ان کا کوئی شیخ نہیں تھا، وہ کتابوں سے علم حاصل کرنے میں مشغول رہے، اور کتابوں سے حصول علم وفن کے سلسلہ میں ایک کتاب بھی تصنیف کی اور یہ بتلانے کی کوشش کی کہ کتابوں سے علم حاصل کرنا علماء سے کسب فیض کرنے سے زیادہ موزوں اور مناسب ہے، حالانکہ یہ غلط ہے''۔

امام صفدی رحمہ اللہ (وفات: ۷۶۴ھ) نے ''الوافی'' میں اُن پر تفصیلی رد کیا ہے، اور اُن سے امام زبیدی رحمہ اللہ (وفات: ۱۲۰۵ھ) نے ''شرح الاحیاء'' میں کئی علماء کا رد نقل کیا ہے' جنہوں نے اس بات کے متعدد اسباب و وجوہات بیان فرمائے ہیں؛ اسی میں ابن بطلان (وفات: ۴۵۸ھ) کا یہ بھی قول ہے جو انہوں نے ان کی تردید میں کہا ہے[3]:

---

[1] الجواہر والدرر، از امام سخاوی (۱/۵۸)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۱۸/۱۰۵)۔ نیز دیکھئے: شرح الاحیاء (۱/۶۶)، و بغیۃ الوعاۃ (۱/۱۳۱، ۲۸۶)، شذرات الذهب (۵/۱۱)، والغنیۃ از قاضی عیاض، (ص: ۱۶-۱۷)۔

[3] شرح الاحیاء، (۱/۶۶)۔

''چھٹی بات: یہ ہے کہ کتاب میں کچھ چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو علم کی راہ میں رخنہ ہوتی ہیں، جبکہ وہ باتیں ایک استاذ اور معلم میں نہیں پائی جاتیں، جیسے زبان سے نہ بولنے کی صورت میں تصحیف کے سبب حروف میں اشتباہ، نگاہ خطا کر جانے کے سبب ہونے والی غلطی، اعراب کے سلسلہ میں کم تجربہ، یا موجود اعراب میں فساد و خلل اور کتاب کا قابل اصلاح ہونا، کچھ ایسا لکھ لینا جو پڑھا نہ جائے، اور کچھ ایسا پڑھ لینا جو لکھا نہ ہو، صاحب کتاب کا مذہب، نسخہ کی بوسیدگی، نسخہ کا ردی ہونا، پیراگرافوں کے درمیان پڑھنے والے کا کچھ اضافہ کر دینا، تعلیم کے اصول ومبادی کا خلط ملط، اس علم وفن کے بعض اصطلاحی الفاظ کا ذکر، بعض یونانی الفاظ، جس کی نقل کرنے والے نے لغوی شرح نہ کی ہو، جیسے نوروس، تو یہ ساری چیزیں علم کی راہ میں رکاوٹ ہیں''۔

امام صفدی فرماتے ہیں:

اسی لئے علماء کہتے رہے ہیں کہ: ''کسی صحفی یا مصحفی سے علم حاصل نہ کیا کرو''، یعنی جس نے مصحف سے قرآن پڑھا ہو اُس سے قرآن نہ سیکھو، اور جس نے صحیفوں، کتابوں اور کاغذوں سے علم حاصل کیا ہو اس سے حدیث وغیرہ کا علم نہ لو۔۔۔''۔

اور ابن رضوان کے نظریہ کے باطل ہونے پر ظاہری اور عملی دلیل بھی موجود ہے: کہ مختلف زمانوں، ادوار اور علوم ومعارف کے اختلاف کے باوجود آپ ہزاروں لوگوں کی سیرت وسوانح کو دیکھتے ہیں کہ وہ اساتذہ وشاگردان کے ناموں سے بھرے پڑے ہیں، ان میں کسی میں کچھ کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ، اور اگر آپ کو کثیر الأساتذہ لوگوں کے کچھ نمونے دیکھنا ہو، جن میں سے بعض کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، تو ''الاسفار'' میں ''العزاب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

امام ابوحیان محمد یوسف اندلسی (وفات: ۷۴۵ھ)[1] کے یہاں ابن مالک کا ذکر ہوتا تو وہ کہتے: ''ان کے اساتذہ کہاں ہیں؟''

اور ولید فرماتے ہیں[2]: امام اوزاعی (وفات: ۱۵۷ھ) کہا کرتے تھے:

''یہ علم بڑا محترم تھا جسے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سیکھا کرتے تھے، لیکن جب کتابوں میں داخل ہوگیا تو اس میں نااہل بھی گھس پیٹھ کرنے لگے''۔

بعینہ اسی طرح امام ابن المبارک (وفات: ۱۸۱ھ) نے بھی امام اوزاعی سے روایت کیا ہے۔ رحمہما اللہ

اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ صحیفوں سے اور اجازہ کے ذریعہ علم حاصل کرنے میں نقص وخلل واقع ہوتا ہے، خاص طور سے اُس دور میں جب نقطے اور اعراب وغیرہ نہیں تھے، جس کے نتیجہ میں لفظ بدل جاتا تھا جس سے معنی میں تبدیلی ہوجایا کرتی تھی، جبکہ لوگوں کی زبانوں سے علم حاصل کرنے میں اس قسم کی غلطیاں واقع نہیں ہوتیں، اسی طرح حافظہ سے بیان کرنے میں بھی وہم واقع ہوجایا کرتا ہے برخلاف تصحیح وتنقیح شدہ کتاب سے روایت کرنے کے''۔

امام ابن خلدون (وفات: ۸۰۸ھ) نے اس سلسلہ میں بڑی عمدہ گفتگو فرمائی ہے جیسا کہ ان کے ''مقدمہ'' میں مذکور ہے[3]۔

اور شاعر ابن العریف صنہاجی نے کیا خوب کہا ہے:

---

[1] مقدمہ تحقیق کتاب الغنیۃ از قاضی عیاض، (ص: ۱۶-۱۷)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۴ / ۱۱۴)۔

[3] مقدمہ ابن خلدون (۴ / ۱۲۴۵)۔

مَنْ لَمْ يُشَافِهْ عَالِماً بِأُصُولِهِ فَيَقِينُهُ فِي الْمُشْكِلَاتِ ظُنُونُ

جو اپنی اصل کتاب لے کر کسی عالم کے روبرو بیٹھ کر علم حاصل نہیں کرتا، مشکلات اور دشواریوں میں اس کا یقین بھی وہم وگمان ہوتا ہے۔

اور امام ابوحیان (وفات: ۴۱۴ھ) اکثر یہ اشعار گنگنایا کرتے تھے:

يَظُنُّ الْغَمْرُ أَنَّ الْكُتُبَ تَهْدِي
أَخَا فَهْمٍ لِإِدْرَاكِ الْعُلُومِ
وَمَا يَدْرِي الْجَهُولُ بِأَنَّ فِيهَا
غَوَامِضَ حَيَّرَتْ عَقْلَ الْفَهِيمِ
إِذَا رُمْتَ الْعُلُومَ بِغَيْرِ شَيْخٍ
ضَلَلْتَ عَنِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ
وَتَلْتَبِسُ الْعُلُومُ عَلَيْكَ حَتَّى
تَصِيرَ أَضَلَّ مِنْ تُوِّمَا الْحَكِيمِ

نادان اور کم عقل لوگ سمجھتے ہیں کہ سمجھدار کو کتابیں ہی حصول علم کی رہنمائی کر دیتی ہیں، جاہل کو اتنا پتہ نہیں کہ اُن میں ایسی پیچیدہ باتیں بھی ہوتی ہیں جو سمجھدار کی عقل کو حیران کر دیتی ہیں۔ اگر تم بلا استاذ علم حاصل کرنا چاہو گے تو صراط مستقیم سے بھٹک جاؤ گے اور مسائل تم پر اس حد تک گڈمڈ ہو جائیں گے کہ تم حکیم کے ''توما'' نامی گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

تیسری فصل:

استاذ کے ساتھ طالب علم کے آداب

⑱ استاذ کا ادب واحترام:

چونکہ علم ابتداءً کتابوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ کوئی استاذ ہونا ضروری ہے جس کے ذریعہ آپ علم کی کنجیاں مضبوط کر سکیں، تاکہ خطا اور لغزش سے محفوظ رہ سکیں؛ اس لئے اپنے آپ کو استاذ کا ادب واحترام بجالانے کی خوبی سے آراستہ کریں؛ کیونکہ یہ صفت فلاح وکامرانی، حصول علم اور توفیق الٰہی کی علامت ہے، لہٰذا آپ کے یہاں اپنے استاذ کی حد درجہ عزت، ہیبت، ادب واحترام اور اس کے تئیں نرمی اور ملائمت ہونی چاہئے۔ اس لئے اپنے شیخ کے ساتھ بیٹھنے، گفتگو کرنے، سلیقہ سے پوچھنے اور سننے، اس کے سامنے کتاب کھولنے، نیز کتاب کے ساتھ، اور اُس کے سامنے زبان درازی اور جھگڑا تکرار نہ کرنے، گفتگو اور چلنے وغیرہ میں اس سے آگے نہ بڑھنے، یا اس کے سامنے کثرت کلام، یا اس کی بات اور درس کے دوران اپنی بات سے مداخلت، یا جواب کے لئے بے جا اصرار، اسی طرح کثرت سوال سے اجتناب بالخصوص مجلس اور حاضرین کی موجودگی میں، اور اس قسم کی دیگر چیزوں میں تمام آداب بجالاؤ، کیونکہ یہ چیزیں تمہارے لئے خسارہ ودھوکہ اور استاذ کے لئے اکتاہٹ کا سبب ہیں۔

اپنے استاذ کو صرف اس کے نام یا لقب سے مت پکارو، مثلاً ''اے شیخ فلاں!''

نہ کہو، بلکہ ''اے میرے شیخ!'' یا ''اے ہمارے شیخ'' کہو۔ اُس کا نام نہ لو، کیونکہ یہ بڑے ادب واحترام کی بات ہے، اسی طرح اُسے تائے خطاب (یعنی اردو میں تُو، تم وغیرہ) سے مخاطب نہ کرو، نہ ہی کسی مجبوری کے بغیر اُسے دُور سے چلا کر آواز دو۔

غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں انسانیت کے معلم خیر ﷺ کے ساتھ کس ادب واحترام کی رہنمائی فرمائی ہے، ارشاد ہے:

﴿لَّا تَجۡعَلُواْ دُعَآءَ ٱلرَّسُولِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُم بَعۡضٗاۚ﴾ [النور: ٦٣]۔

اپنے درمیان رسول ﷺ کو ویسے نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو۔

جیسے آپ کا اپنے حقیقی باپ کو ''اے فلاں'' یا ''اے میرے ابا فلاں'' کہہ کر بلانا مناسب نہیں اُسی طرح آپ کے استاذ کے ساتھ بھی یہ انداز مناسب نہیں۔

اسی طرح مجلس کا وقار لازم پکڑو نیز درس سے اپنی خوشی ومسرت اور اس کی افادیت کا اظہار کرو۔

اور اگر شیخ سے کوئی لغزش یا وہم ہو جائے تو اس کے سبب تمہاری نگاہ میں اس کی اہمیت کم نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہ اس کے علم سے تمہاری محرومی کا باعث ہوگا، اور ایسا کون ہے جو خطا اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے؟

اپنے شیخ کو الجھن میں مبتلا کرنے والے معاملات سے احتراز کرو، اور اسی قبیل سے وہ معاملہ بھی ہے جسے جدید لوگ ''اعصابی جنگ''[1] کے نام سے جانتے ہیں؛ بایں معنیٰ کہ

[1] معجم التراکیب، از احمد ابوسعید، (ص: ۲۸۳)، نو مولود ترکیب ہے۔

شیخ کی علمی صلاحیت اور اس کے صبر وتحمل کا امتحان لیا جائے۔

اور اگر تمہیں کسی دوسرے شیخ کی طرف منتقل ہو کر اس سے علم حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے اِس شیخ سے اجازت لے لو، کیونکہ ایسا کرنا اس کے ادب و احترام اور اس کے دل میں تمہاری محبت وشفقت کا باعث ہوگا۔

اس کے علاوہ وہ دیگر تمام آداب جنہیں دینی باپ کی حیثیت سے اپنے شیخ کا حق ادا کرنے والا ہر باتوفیق ومبارک شخص طبعی وفطری طور پر جانتا ہے، یا جسے بعض قوانین ''ادبی (علمی) شیر خارگی''[1] کا نام دیتے ہیں، جبکہ بعض علماء کا اسے ''دینی پدر'' (روحانی باپ) کہنا اس سے زیادہ موزوں ہے، لیکن اسے چھوڑ دینا زیادہ مناسب ہے۔

نیز معلوم ہونا چاہئے کہ کامیابی وکامرانی اسی قدر ہاتھ آئے گی جس قدر شیخ کا ادب واحترام بجالایا جائے گا اور شیخ کا ادب واحترام جس قدر فوت ہوگا اسی قدر وہ پستی ونامرادی کی علامت ہوگی۔

ایک اہم تنبیہ:

میں تمہارے لئے عجمیوں، صوفیوں اور گئے گزرے بدعتیوں وغیرہ کے رویہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں: یعنی شرعی آداب کے خلاف خضوع، پستی اور جھکاؤ سے، مثلاً استاذ کا ہاتھ چاٹنا، مونڈھوں کو بوسہ دینا، سلام کرتے وقت دائیں ہاتھ کو دائیں اور بائیں ہاتھ سے پکڑ لینا جیسے بڑے لوگ بچوں سے شفقت و پیار کرتے ہیں، اسی طرح سلام کرتے وقت جھکنا اور ذلت آمیز نرم الفاظ استعمال کرنا: جیسے سیدی (میرے آقا)، مولای (میرے مولا) وغیرہ غلاموں

---

[1] مقاصد الشریعہ، ازعلال فاسی، ص (۳۳)۔

اور خدمت گاروں کے الفاظ استعمال کرنا۔

نیز علامہ شیخ محمد بشیر ابراہیمی جزائری سلفی (وفات ۱۳۸۰ھ) رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے ''البصائر'' میں فرمایا ہے، کیونکہ وہ بیان سے بالاتر ہے[1]۔

⑲ اے طالب علم! اُستاذ ہی تیرا اصل سرمایہ ہے:

یعنی استاذ کے نیک اخلاق اور شمائل کریمانہ کا قدوہ، نمونہ اور آئیڈیل! رہا حصول علم اور معلومات کی فراہمی تو وہ ایک اضافی نفع (بونس) ہے، لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ تم اپنے استاذ کی محبت میں اس قدر اتر جاؤ کہ عیب کی حد تک پہنچ جاؤ اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو، جب کہ تمہیں دیکھنے والا ہر شخص اس چیز کو محسوس کرلے، لہٰذا اپنے شیخ کی آواز اور نغمہ میں اس کی تقلید نہ کرو، نہ ہی چال ڈھال، حرکت اور حالت و کیفیت میں؛ کیونکہ تمہارا اُستاذ ان چیزوں کی بدولت باعزت ہوا ہے لہٰذا تم اِن چیزوں میں اس کی تقلید یا نقالی کرکے اپنے آپ کو نہ گراؤ۔

⑳ درس میں استاذ کی چستی اور نشاط:

درس میں استاذ کی نشاط اور چستی اسی قدر ہوتی ہے جس قدر طالب علم اپنے شیخ کے درس کو بغور سنتا ہے، دلجمعی کا ثبوت دیتا ہے اور اس کے احساسات کا ساتھ دیتا ہے، لہٰذا دیکھنا سستی، کاہلی، تن آسانی اور ذہن کے دوسری طرف میلان اور کوتاہی وغیرہ کے ذریعہ اپنے استاذ کے علم کو ضائع کرنے کا سبب نہ بننا۔

---

[1] آثار الشیخ محمد بشیر ابراہیمی جزائری، (۴/ ۴۰-۴۲)۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [1]:

''علمی فائدہ کا حق یہ ہے کہ اسے اس کے متلاشیان ہی کو پہنچایا جائے، اور اسی کو پیش کیا جائے جسے اس میں شوق اور دلچسپی ہو، لہٰذا جب محدث سننے والے میں کچھ سستی اور بے توجہی دیکھے تو اسے چاہئے کہ خاموش ہو جائے، کیونکہ بعض ادباء نے کہا ہے: بولنے والے کی چستی سننے والے کے فہم کے مطابق ہوتی ہے''۔

پھر اپنی سند سے زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وفات: ۳۲ھ) فرماتے ہیں:

''حَدِّثِ الْقَوْمَ مَا رَمَقُوكَ بِأَبْصَارِهِمْ، فَإِذَا رَأَيْتَ مِنْهُمْ فَتْرَةً فَانْزِعْ''۔

لوگوں کو اسی وقت تک حدیثیں سناؤ جب تک وہ ٹکٹکی باندھ کر تمہیں دیکھ رہے ہوں، اور جب تم ان میں کوئی سستی دیکھو تو سنانا چھوڑ دو''۔

(۲۱) دورانِ درس ومذاکرہ استاذ کی باتیں لکھنا:

یہ چیز اساتذہ کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے لہٰذا اسے اچھی طرح سمجھ لیں۔

اس میں ایک ادب اور ایک شرط ملحوظ رکھنی چاہئے:

ادب: یہ کہ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کو بتلا دیں کہ آپ لکھیں گے یا جو آپ نے درس ومذاکرہ کے دوران سنا ہے اسے لکھ لیا ہے۔

اور شرط: یہ ہے کہ آپ اشارہ کرلیں کہ یہ چیزیں آپ نے درس میں اپنے استاذ سے سن کر لکھی ہیں [2]۔

---

[1] الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۱/۳۳۰)۔

[2] الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۲/۳۶-۳۸)۔

(۲۲) بدعتی سے علم حاصل کرنا:

جہالت کے باپ ''بدعتی'' سے بچو جسے عقیدہ کی کجی وگمرہی چھوگئی ہو، اور خرافات کے بادلوں نے گھیر لیا ہو، جو خواہش نفس کو حاکم اور فیصل قرار دے اور اسے عقل و دانش اور لاجک کا نام دے اور نص سے اعراض کرے، ارے کیا نص ہی میں عقلی گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہے؟ کہ ضعیف کو خوب مضبوطی سے تھام لے اور صحیح سے دور جارہے، انہیں ''اہل شبہات''[1]، اور ''اہل اھواء'' بھی کہا جاتا ہے، اسی لئے امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ بدعتیوں کو ''اصاغر'' (نہایت چھوٹے، گئے گزرے) کا نام دیتے تھے[2]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں[3]:

جب تم عقل پرست بدعتی کو یہ کہتے ہوئے دیکھو کہ: بھئی کتاب اور حدیثیں چھوڑو، ہمارے سامنے عقل پیش کرو، تو جان لو کہ وہ ابو جہل (جہالت کا باپ) ہے، اور جب صوفی توحیدی (وحدۃ الوجودی) کو یہ کہتے دیکھو کہ: ہمارے سامنے عقل ونقل (کتاب وسنت) نہ پیش کرو، ذوق اور وجدان پیش کرو؛ تو سمجھ لو کہ وہ ابلیس ہے جو انسان کی شکل میں آگیا ہے یا یہ کہ اس میں حلول کرگیا ہے، لہٰذا اگر اپنے آپ کو اس کے مقابل بزدل پاؤ تو بھاگ جاؤ ورنہ اُسے پٹخ دو اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھو، اور اُس پر آیۃ الکرسی پڑھ دو، اور اس کا گلا گھونٹ کر رکھ دو''۔

مزید فرماتے ہیں[4]: ''میں نے شیخ موفق کے قلم سے لکھا ہوا پڑھا ہے، وہ فرماتے

---

[1] الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۱۳۷)۔

[2] کتاب الزھد از ابن المبارک، (۶۱)، نیز دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث (۶۹۵)۔

[3] الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۳۳۰)۔ سیر أعلام النبلاء، (۴/ ۴۷۲)۔

[4] سیر أعلام النبلاء، (۲۱/ ۱۲۹)۔

ہیں کہ ہم نے اپنے بھائی ابوعمر کے ساتھ ابن ابی عصرون (وفات: ۵۸۵ھ) کا درس سنا، اوران سے بے تعلق ہو گئے، پھر میں نے اپنے بھائی کو کہتے ہوئے سنا: کہ میں اُن کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: تم لوگوں نے مجھ سے قطع تعلق کیوں کرلیا؟ تو میں نے کہا: کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ اشعری ہیں، تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں اشعری نہیں ہوں۔ یہ حکایت کا معنیٰ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ (وفات: ۱۷۹ھ) سے مروی ہے، فرماتے ہیں [1]:

''چار قسم کے لوگوں سے علم نہیں لیا جائے گا:

۱۔ بے وقوف: جو کھلی حماقت و نادانی کرے' خواہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ روایت کرنے والا کیوں نہ ہو۔

۲۔ بدعتی: جو اپنی خواہشات نفسانی کی دعوت دے۔

۳۔ جو لوگوں سے گفتگو میں جھوٹ بولے: اگرچہ میں نے اُسے حدیث میں جھوٹ سے متہم نہ پایا ہو۔

۴۔ وہ صالح اور عبادت گذار فاضل شخص: جسے وہ چیزیں یاد نہ ہوں جو وہ بیان کررہا ہو''۔

لہٰذا اے طالب! اگر تمہیں اپنے معاملے کا اختیار ہو تو کسی بدعتی سے علم نہ لینا: یعنی رافضی، یا خارجی، یا مرجی، یا قدری (تقدیر کے منکر) یا قبر پرست وغیرہ سے علم حاصل نہ کرنا۔۔؛ کیونکہ جب تک تم بدعتیوں اوران کی بدعات سے قطع تعلق نہ کرلو گے ہرگز ان لوگوں کا مقام نہیں پا سکو گے جو دین میں صحیح العقیدہ ہوں، اللہ سے ان کا تعلق مضبوط اور پائیدار ہو،

---

[1] جیسا کہ سیر أعلام النبلاء، (۸/ ۶۱) میں ہے۔

وہ صوابدیدہ اور سنت واثر کے پیروکار ہوں۔

سیر وسوانح اور اعتصام بالسنہ کی کتابیں اہل سنت کی بدعت سے نفرت، نیز بدعتیوں سے دوری ولاتعلقی کے واقعات سے بھری پڑی ہیں، جیسے ایک صحت مند شخص خارش زدہ مریض سے دور بھاگتا ہے۔ اس سلسلہ میں اہل سنت کے بے شمار قصص اور واقعات ہیں جن کی شرح طوالت کا باعث ہوگی [1]، البتہ یہاں اس بارے میں چند بنیادی تحریروں کی طرف اشارہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں:

سلف صالحین رحمہم اللہ بدعتیوں کی توہین وتحقیر کرنا، اور بدعتی اور اس کی بدعت کی تردید وانکار کرنا باعث اجر وثواب سمجھتے تھے، نیز بدعتیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، ان سے مشورہ کرنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے سے روکتے اور چوکنا کرتے تھے، چنانچہ (دوری اختیار کرنے کے سبب) کسی سنی اور بدعتی کے چولہے کی آگ دکھائی نہ دیتی تھی (یا دونوں کے درمیان کشاکش کی آگ پوشیدہ نہیں رہتی تھی)۔

اور بعض سلف تو بدعتی کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے، خود علامہ شیخ محمد بن ابراہیم (وفات ۱۳۸۹ھ) رحمہ اللہ کو بدعتی کی نماز جنازہ سے پیچھے ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

اور بعض سلف بدعتیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے، اور ان کی بدعتیں بیان کرنے سے بھی روکتے تھے کیونکہ انسانی دل کمزور ہیں اور شبہات دلوں کو اچک لینے والے ہیں۔

سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ (وفات: ۲۸۳ھ) بدعتی کے لئے اضطراری صورت

---

[1] راقم کے رسالہ ''ہجر المبتدع'' میں اس مسئلہ میں اہم اصول درج ہیں۔

میں بھی مردار کھانے کے جواز کے قائل نہ تھے؛ کیونکہ وہ باغی ہے؛ اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ﴾ [البقرة:١٧٣]۔

البتہ جو مجبور ہو جائے بشرطیکہ بغاوت کرنے والا نہ ہو، اور نہ حد سے گزرنے والا۔

اور بدعتی اپنی بدعت کے ذریعہ بغاوت کرنے والا ہے [1]۔

نیز سلف بدعتیوں کو اپنی مجلسوں سے دھتکار دیا کرتے تھے، جیسا کہ استواء الٰہی کی کیفیت سے متعلق سوال کرنے والے کے ساتھ امام مالک رحمہ اللہ کے واقعہ میں ہے، اور اس میں اُن کے مشہور و معروف جواب کے بعد ذکر ہے کہ انہوں نے فرمایا: **"میرا خیال ہے کہ تم بدعتی ہو"** اور پھر آپ نے حکم دیا، چنانچہ اسے وہاں سے نکال بھگا یا گیا۔

الغرض بدعتیوں سے نفرت اور ان کا بائیکاٹ کرنے کی بابت سلف کے واقعات بکثرت ہیں، تا کہ ان کے شر سے بچاؤ ہو، ان کی بدعتوں کے پھیلنے پر لگام لگے، اور ان کی دل شکنی ہو تا کہ وہ بدعات کی نشر و اشاعت سے کمزور ہو جائیں، اور اس لئے بھی کہ ایک متبع سنت کا بدعتی کے ساتھ رہنا سہنا مبتدی طالب علم اور عام آدمی کے نزدیک اُس کا تزکیہ ہے۔اور عامی "عمی" (یعنی اندھے پن) سے مشتق ہے، اور اندھا آدمی عام طور پر اپنے رہبر کے ہاتھ کے سہارے رہتا ہے۔

مصطلح الحدیث، آداب طلب علم اور احکام جرح و تعدیل وغیرہ کی کتابوں میں ہمیں اس سلسلہ کے بہت سارے واقعات نظر آتے ہیں [2]۔

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ (۲۸ / ۲۱۸)، ملاحظہ فرمائیں، بڑی اہم بات ہے۔

[2] بطور مثال: الجامع، از خطیب بغدادی، (باب: تخیر الشیوخ إذا تباینت أوصافهم)، (۱ / ۱۲۷)، وکتاب: مناہج العلماء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، از سامرائی، ص (۲۱۵-۲۵۵)، یہ بڑی اہم کتاب ہے، نیز راقم کی کتاب "الاسفار" کے (التحول المذہبی) میں ان کے ساتھ گھلنے ملنے کے آثار کی بابت کئی مثالیں موجود ہیں۔

لہٰذا اے طالب علم! سلف کے نقش قدم پر رہ کر سلفی بنو، اور بدعتیوں سے چوکنا رہو، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، کیونکہ وہ اچکنے اور جھپٹنے کی راہیں بناتے اور ہموار کرتے ہیں، اور عسل (یعنی شہد) جیسی شیریں گفتگو - حالانکہ وہ "عسل" شہد نہیں بلکہ اس کا الٹا "لسع" ڈسنا اور ڈنک مارنا ہوتا ہے- زارو قطار آنسو، خوبصورت لباس ،خیالات کے ذریعہ اکسانا، کرامات کی دھونس جمانا، ہاتھوں کی چٹائی اور کندھوں کی چومائی وغیرہ کے ذریعہ انہیں اپنا گرویدہ اور غلام بناتے ہیں ۔۔۔حالانکہ اس کے پیچھے بدعت کی آگ اور فتنہ کے شعلہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا ، وہ تمہارے دل میں اس کی آبیاری کرتا ہے اور تمہیں اپنے دام فریب میں پھانستا ہے!! اللہ کی قسم! اندھا اندھوں کی قیادت ورہنمائی کے قابل کبھی نہیں ہوسکتا!!!

رہا علمائے سنت سے حصول علم کا معاملہ تو - اللہ آپ کو نیک توفیق بخشے - پو چھے بغیر شہد چاٹ لو، تاکہ میراث نبوت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوسکو، بصورت دیگر دین کی بابت رونے والا روتا رہے۔

اور جو کچھ میں نے تمہارے لئے ذکر کیا ہے وہ وسعت واختیار کی حالت میں ہے، ورنہ اگر آپ نظامی تعلیم سے منسلک ہوں جس میں آپ کو کوئی اختیار نہ ہو، تو اس سے چوکنا رہو، ساتھ ہی اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو، اور طلب علم سے پیچھے نہ ہٹو، ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا کرنا کہیں یوم کارزار سے فرار اختیار کرنے کے قبیل سے نہ ہو جائے، لہٰذا تمہاری ذمہ داری یہی ہے کہ تم اس کے معاملہ سے آگاہ رہو، اس کے شر سے بچتے رہو اور اس کا پردہ فاش کرتے رہو۔

اور ایک پرلطف بات یہ ہے کہ ابو عبد الرحمن مقریؒ (وفات: ۲۱۲ھ) نے ایک مرجیؒ

(عمل کو ایمان سے خارج کرنے والے بدعتی) سے حدیث بیان کردی، تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ مرجئ سے حدیث کیوں لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''میں تمہیں ہڈیوں سمیت گوشت فروخت کر رہا ہوں''[1]۔

چنانچہ امام مقرئ رحمہ اللہ نے کسی قسم کے دھوکہ، غرر یا جہالت کے بغیر حدیث بیان فرمائی، کیونکہ انہوں نے وضاحت سے کہہ دیا کہ ''وکان مرجئاً'' (وہ مرجئ تھے)۔

میں نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کے عقیدہ عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے قواعد میں سے ہے، اور ان میں سے کچھ باتیں شیخ الاسلام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمن الصابونی رحمہ اللہ (وفات: ۴۴۹ھ) کی کتاب ''العقیدۃ السلفیۃ'' میں مرقوم ہیں، فرماتے ہیں[2]:

''اہل سنت اہل بدعت سے نفرت کرتے ہیں جنہوں نے دین میں ایسی باتیں ایجاد کردی ہیں جو اس میں سے نہیں ہیں، نہ وہ اُن سے محبت کرتے ہیں، نہ ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں، نہ ان کی باتیں سنتے ہیں، نہ ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں، نہ دین میں ان سے جھگڑتے اور بحث وجدال کرتے ہیں، نہ ان سے مناظرہ کرتے ہیں، بلکہ ان کا یہ خیال ہے کہ اپنے کانوں کو ان کے باطل کے سننے سے محفوظ رکھا جائے، کیونکہ جب وہ باتیں کانوں سے گزرتی ہیں اور دلوں میں اترتی اور جگہ بنالیتی ہیں، تو نقصان پہنچاتی ہیں اور انہیں فاسد خیالات اور وسوسوں سے بھر دیتی ہیں، اور اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ﴾ [الأنعام:۶۸]۔

---

[1] الجامع، از خطیب بغدادی (۱/ ۲۲۴)۔

[2] دیکھئے: العقیدۃ السلفیۃ (ص:۱۰۰)۔

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔"

اور سلیمان بن یسار (وفات: ۱۰۷ھ) سے مروی ہے کہ ایک شخص جس کا نام صبیغ تھا' مدینہ آیا اور لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں پوچھنے لگا؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور اس کی پٹائی کے لئے کھجور کی ٹہنیاں پہلے سے منگوالی، پھر اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں عبد اللہ صبیغ ہوں، انہوں نے کھجور کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی اٹھا کر اُسے اتنا مارا کہ اس سے خون جاری ہو گیا، پھر اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا، پھر دوبارہ اس کی پٹائی کی، اور پھر چھوڑ دیا یہاں تک کہ ٹھیک ہو گیا، اس کے بعد پھر اسے پٹائی کے لئے بلایا گیا، تو وہ کہنے لگا: اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو بحسن وخوبی قتل کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اُسے اپنے علاقہ میں جانے کی اجازت دیدی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (وفات: ۴۴ھ) کو یمن میں خط لکھا کہ کوئی مسلمان اس کے ساتھ نہ بیٹھے۔ اسے امام دارمی (وفات: ۲۵۵ھ) نے روایت کیا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ وہ خوارج کی رائے سے متہم تھا۔

اور امام نووی رحمہ اللہ (وفات: ۶۷۶ھ) نے کتاب "الاذکار" میں عنوان قائم کیا ہے:

"اہل بدعات ومعاصی سے براءت وبیزاری کا بیان"۔

اور اس کے تحت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے:

"إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ" (متفق علیہ)۔

رسول اللہ ﷺ نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی' سر منڈانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورت سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما (وفات: ۷۴ھ) سے مروی ہے کہ: انہوں نے قدریہ (منکرین تقدیر) سے اظہار بیزاری فرمایا ہے۔اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے[1]۔

اور بدعتی کے بائیکاٹ کرنے کا مسئلہ مصلحتوں کی رعایت اور اس میں اضافہ و بڑھوتری اور مفاسد کے ازالہ اور اس کی کمی پر مبنی ہے، اسی پر اس کی مشروعیت و عدم مشروعیت کا دارومدار ہے؛ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر اس کا خلاصہ فرمایا ہے[2]۔

اور بدعتی حضرات اُسی وقت بڑھتے، پنپتے اور پھلتے پھولتے ہیں جب علم کم ہو جائے اور جہالت کا دور دورہ ہو جائے۔

انہی کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس قسم کے لوگوں (بدعتیوں) کی کثرت، شہرت اور غلبہ اسی وقت ہوتا ہے جب جاہلیت اور اہل جاہلیت کی کثرت ہو جائے، اور منہج نبوت و رسالت کے علماء اور اس کے پیروکاروں میں سے کوئی نہ ہو جو ضلالت کی تاریکیوں کو مٹانے والی اتباع سنت کی روشن کرنیں بکھیرے، اور اس کے برخلاف جھوٹ، شرک اور مکروفریب کی قلعی کھول کر رکھ دے“۔

لہٰذا جب علم میں تمہارا بازو مضبوط ہو جائے تو حجت و برہان اور وضاحت و بیان کی زبان سے بدعتی اور اس کی بدعت کو نیست و نابود کر دو۔ والسلام

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۲ / ۱۳۲، ۵ / ۱۱۹، ۱۴ / ۴۵۹-۴۶۰، ۳۶ / ۱۱۸) میں اہم مباحث ملاحظہ فرمائیں۔

[2] مثال کے طور پر: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۲۸ / ۲۱۳، ۲۱۶-۲۱۸) ملاحظہ فرمائیں۔

چوتھی فصل:

ہم سبقی کے آداب

۲۳ بُرے ساتھی سے بچو:

جس طرح جڑ گہرائی میں داخل ہوتی ہے [1] اسی طرح بُرا ادب واخلاق بھی گہرائی میں داخل ہوتا ہے [2]، کیونکہ طبیعت بڑی آوارہ ہوتی ہے اور رجحانات ومیلانات چور ہوا کرتے ہیں، اور لوگوں کی مثال پرندوں کے جھنڈ جیسی ہے، ان کی فطرت میں ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا خوب شامل ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کی ہم نشینی سے احتراز کرو؛ کیونکہ یہ ہلاکت وبربادی ہے، اور ''کسی چیز کو پہلے ہی دفع کر دینا اُسے آنے کے بعد رفع کرنے سے زیادہ آسان ہے''۔

بنابریں دوستی اور ہم سبقی کے لئے ان ہمجولیوں کا انتخاب کرو جو آپ کے مقصد علم میں آپ کے معاون ہوں، آپ کو آپ کے رب سے قریب کریں، اور آپ کے نیک ہدف ومقصد میں آپ کے موافق ہوں، اور دوستی کی تقسیم نہایت باریک بینی اور گہرے معیار سے کرو (کیونکہ دوستوں کی کئی قسمیں ہیں) [3]:

---

[1] اس بارے میں ایک موضوع حدیث ہے، اسے العلل المتناھیۃ (۲/ ۱۲۳، ۱۲۷)، اور شرح الاحیاء (۵/ ۳۴۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] شرح الاحیاء (۱/ ۷۴)۔

[3] محاضرات اسلامیۃ، ازمحمد الخضر حسین (ص: ۱۲۵-۱۳۶)۔

۱۔ کسی مفاد و مصلحت کا دوست۔

۲۔ کسی لذت و چاہت کا دوست۔

۳۔ فضیلت اور نیکی کا دوست۔

چنانچہ پہلے دونوں دوست تو اپنے مقصد کے ختم ہوتے ہی جدا ہوجائیں گے، پہلے کا مقصد نفع اٹھانا ہے اور دوسرے کا مقصد لذت اٹھانا ہے۔ باقی رہا تیسرا، تو وہی قابل اعتماد اور معتبر ہے، کیونکہ اس دوستی کا مقصد آپس میں ایک دوسرے کے پاس موجود بھلائیوں اور اچھائیوں کا تبادلہ ہے۔

اور یہ فضیلت کا دوست ''بڑی مشکل کرنسی'' ہے جو نادر و نایاب ہوا کرتی ہے۔

ہشام بن عبدالملک (وفات ۱۲۵ھ) نے ایک نہایت عمدہ بات فرمائی ہے[1]:

''دنیوی لذتوں میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا (سب حاصل ہوگیا) سوائے ایک ایسے بھائی (دوست) کے جس سے مجھے کسی تکلیف واذیت کا اندیشہ نہ ہو''۔

اور کسی کا ایک لطیف قول منقول ہے[2]:

عزلت (گوشہ نشینی، تنہائی) علم کی عین کے بغیر زلت (لغزش) ہے اور زہد کی زاء کے بغیر علت (بیماری) ہے۔

❀❀❀❀❀

[1] طبقات النسابین، ص (۳۱)۔

[2] العزلۃ، از امام خطابی۔

پانچویں فصل:

علمی زندگی میں طالب علم کے آداب

(۲۴) علم میں بلند ہمتی:

بلند ہمتی سے آراستہ ہونا اسلام کی خوبیوں میں سے ہے جو آپ کی شخصیت سے پستیوں کا خاتمہ کرنے اور بلندیوں کو جلا بخشنے کا سر چشمہ ہے، آپ کے اعضاء و جوارح کا نگراں ہے۔ بلند ہمتی ان شاء اللہ آپ کے لئے لامتناہی خیر و بھلائی کا خزانہ ہوگی تاکہ آپ اوج کمال کے منازل طے کرسکیں، چنانچہ بلند ہمتی آپ کی رگوں میں جرأت و شہامت کا خون دوڑائے گی اور علم و عمل کے میدان میں آپ کو مہمیز دے گی، لوگ آپ کو فضائل کے دروازوں پر دستک دیتا ہوا اور اہم معاملات کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا ہی دیکھیں گے۔ بلند ہمتی کی صفت آپ سے سطحی آرزوئیں اور اعمال سلب کر لے گی، اور آپ کی ذات سے ذلت و رسوائی کا شجر یعنی چاپلوسی و مداہنت جڑ سے کاٹ دے گی، چنانچہ بلند ہمت شخص دُھن کا پختہ ہوا کرتا ہے، مواقف اور حالات سے گھبرانے کا نام نہیں لیتا، جبکہ بلند ہمتی سے محروم شخص بزدل اور پسپا ہوتا ہے، عاجزی و درماندگی اس کا منہ بند کر دیتی ہے۔

اور دیکھنا کہیں بلند ہمتی اور تکبر کو گڈ مڈ کرنے کی غلطی نہ کرنا؛ کیونکہ دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا بارش والے آسمان اور شگاف والی زمین کے مابین فرق ہے۔

بلند ہمتی وارثین انبیاء کی زینت ہے جبکہ کبر و نخوت جابر و ظالم بدنصیبوں کا روگ ہے۔

لہٰذا اے طالب علم! عزم وہمت کی بلندی اپنی پہچان بنالو، اس کے بغیر نہ جیو، کہ شریعت اسلامیہ نے تمہاری زندگی سے وابستہ فقہی امور میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ تم ہمیشہ بیدار مغز رہ کر اس سے فائدہ اٹھاؤ: اس کی ایک مثال پانی نہ ملنے کی صورت میں مکلف کے لئے تیمم جائز قرار دینا اور وضو کے لئے پانی کی قیمت کا ہدیہ قبول کرنا لازم نہ ٹھہرانا بھی ہے؛ کیونکہ اس میں ایک طرح کا احسان ہے جس سے ہمت مجروح ہوتی ہے!! اسی پر دیگر چیزیں بھی قیاس کرلیں [1]، واللہ اعلم۔

(۲۵) طلب علم کی حد درجہ جستجو:

جب آپ کو خلیفۂ راشد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول: ''قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ'' [2] (یعنی ہر شخص کی قیمت اس کا عمدہ کارنامہ ہے) کا علم ہے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ طلب علم پر ابھارنے والی اس سے زیادہ قیمتی بات کوئی نہیں؛ تو دیکھنا یہ کہنے والے کی غلطی سے بچنا: ''مَا تَرَكَ الأَوَّلُ لِلآخِرِ'' (پہلے نے بعد والے کے لئے کچھ نہیں چھوڑا) جبکہ صحیح یہ ہے: ''كَم تَرَكَ الأَوَّلُ لِلآخِرِ'' (پہلے نے بعد والے کے بہت کچھ چھوڑا ہے)!

لہٰذا میراث نبوت خوب حاصل کرو اور تحصیل علم اور علمی گیرائی کے لئے انتھک محنت کرو، اور تمہیں کتنا ہی اونچا علم کیوں نہ ہو جائے، یہ ضرور یاد رکھنا: ''كَم تَرَكَ الأَوَّلُ لِلآخِرِ'' (پہلے نے بعد والے کے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے)!

---

[1] السعادۃ العظمی، از محمد الخضر حسین، ص (۷۶-۷۸)۔

[2] تاریخ بغداد، (۶/ ۱۷۸)، نیز دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، ۱/ ۴۱۶، فقرہ: ۶۰۸۔

اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی ''تاریخ بغداد'' میں احمد بن عبد الجلیل رحمہ اللہ کی سیرت کے ضمن میں اُن کے ایک قصیدے کے یہ چند اشعار مذکور ہیں [1]:

لَا يكون السّرِيّ مثل الـــدَّنيّ   لَا ولا ذُو الذَّكاء مثل الغبيّ

قيمةُ المرءِ مثـــل ما يُحْسن المر   ء قضـــاء مِنَ الْإمَام عَلِيّ

ترجمہ: پسندیدہ آدمی گھٹیا آدمی کے مثل ہوتا ہے نہ ذہین وفطین شخص بودے غبی کی طرح، بلکہ ہر انسان کا اچھا کارنامہ ہی اس کی قیمت ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے۔

۲۶ حصول علم کے لئے سفر:

''جو شخص طلب علم کے لئے خوب سفر نہیں کرتا وہ طلب علم کے لئے سفر کئے جانے کے قابل ہرگز نہیں ہوسکتا'' [2]۔

لہٰذا جو طلب علم میں مشائخ ومشائخ کی تلاش وجستجو اور ان سے کسب فیض کی دوڑ میں سفر نہیں کرتا اُس کا طلب علم کے لئے سفر کئے جانے کے قابل ہونا بعید ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ علماء جن کا وقت سیکھنے، سکھانے اور ان سے کسب فیض کرنے میں گزرا ہے: اُن کے پاس ایسی تحقیقات، مسائل کا ضبط، علمی نکات اور تجربات ہوتے ہیں جن سے کتابوں کے اوراق کے واسطے سے واقف ہونا دشوار ہوا کرتا ہے۔

---

[1] یہ اشعار تاریخ بغداد میں نہیں مل سکے، البتہ خطیب بغدادی کی ''الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع''، اور بعض دیگر مراجع میں خلیل بن احمد فراہیدی کے حوالہ سے موجود ہیں، دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، ۱/ ۴۱۷، فقرہ: ۶۰۹، والجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع از خطیب بغدادی، ۲/ ۲۷، فقرہ: ۱۰۷۷۔ (مترجم)

[2] تذکرۃ السامع والمتکلم۔

اور دیکھنا ناکارہ صوفیوں کی روش پر چلنے سے بچنا جو علم خرق (چیتھڑے کے علم) کو علم ورق (کتابوں کے علم) پر فضیلت دیتے ہیں۔

کسی صوفی سے پوچھا گیا: کیا آپ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ (وفات: ۲۱۱ھ) سے حدیثیں سننے کے لئے سفر نہیں کرتے؟ تو اس نے جواب دیا:

''جو براہ راست خلّاق (اللہ تعالیٰ) سے سنتا ہے وہ عبد الرزاق سے سن کر کیا کرے گا؟!

اور ایک دوسرا صوفی کہتا ہے:

''جب لوگ مجھے ''علم ورق'' سے مخاطب کریں گے تو میں ان پر ''علم خرق'' سے غالب آجاؤں گا''۔

لہٰذا ان لوگوں سے بچ کر رہنا؛ کیونکہ انہوں نے نہ تو اسلام کی نصرت ومدد کی ہے، نہ ہی کفر کی بیخ کنی، بلکہ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اسلام کے لئے آزمائش اور مصیبت بنے رہے ہیں۔

۲۷ علم کی تحریری حفاظت[1]:

علم کی تحریری حفاظت کی کوشش کیجئے، کیونکہ علم کو لکھ کر محفوظ کرنا اسے ضائع ہونے سے بچانا اور ضرورت کے وقت تلاش وجستجو کا فاصلہ مختصر کرنا ہے، بالخصوص ان علمی مسائل میں جو اپنے اصل مراجع کے علاوہ میں ہوا کرتے ہیں، نیز اس کا ایک نہایت اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ پیرانہ سالی اور اعضاء وجوارح کی کمزوری کے وقت وہ آپ کے پاس ایک علمی خزانہ ہوگا جہاں سے آپ بحث وجستجو کی مشقت کے بغیر اپنا مضمون تحریر کرسکیں گے۔

---

[1] الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/۱۶، ۱۸۳-۱۸۵)۔

لہٰذا اصل مراجع کے علاوہ میں بکھرے ہوئے علمی فوائد، قیمتی معلومات اور تحقیقی ابحاث کو نوٹ کرنے کے لئے اپنے پاس ایک ڈائری [1] یا مذکرہ بنالیں، اور اگر کتاب کا غلاف بھی اس قسم کی چیزوں کو نوٹ کرنے کے لئے استعمال کریں تو بھی بہتر ہے، پھر ان جمع شدہ معلومات کو بعد میں موضوعات کی ترتیب، مسئلہ کے عنوان، کتاب کے نام اور جلد وصفحہ نمبر کے ساتھ ایک مذکرہ (ڈائری) میں نقل کرلیں، اور نقل شدہ معلومات پر لکھ دیں "نقل کیا جاچکا ہے"؛ تاکہ منقول اور غیر منقول میں خلط ملط نہ، اسی طرح جب آپ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہوں تو جہاں تک پہنچیں وہاں لکھ دیں "صفحہ نمبر فلاں تک پہنچا" تاکہ ناپڑھا ہوا حصہ چھوٹ نہ جائے۔

اس سلسلہ میں علماء کرام کی کئی تالیفات ہیں؛ جیسے: امام ابن القیم رحمہ اللہ کی "بدائع الفوائد" اور امام زرکشی رحمہ اللہ (وفات: ۷۹۴ھ) کی "خبایا الزوایا"، اسی طرح کتاب "الاغفال" اور "بقایا الخبایا" وغیرہ۔

لہٰذا علم کو لکھ کر محفوظ کرو [2]، بالخصوص اپنے اصل مراجع کے علاوہ میں دستیاب نادر فوائد، غیر متوقع جگہوں پر پائی جانے والی گوشوں میں چھپی ہوئی معلومات اور وہ علم کے بکھرے موتی جنہیں آپ دیکھتے اور سنتے ہوں اور آپ کو ان کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو... کیونکہ یادداشت کمزور ہوتی ہے اور نسیان ہوجایا کرتا ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ (وفات: ۱۰۴ھ) کہتے ہیں:

---

[1] الکُناش: کاف پر پیش اور نون بلاتشدید، بروزن "غُراب" (بمعنی کوّا) سُریانی لفظ ہے، جس کے معنیٰ مجموعہ، اور یادداشت کے ہیں۔ نیز دیکھئے: التراتیب الادارية، (۲/ ۲۷۰)۔

[2] اس طرح کی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بھی صحیح ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة، حدیث (۲۰۲۶)۔

’’جب آپ کوئی بات سنیں تو اسے دیوار پر ہی سہی، ضرور لکھ لیں‘‘۔

اسے امام ابوخیثمہ رحمہ اللہ (وفات: ۲۳۴ھ) نے روایت کیا ہے [1]۔

اور جب اللہ کی مشیت سے بہت کچھ اکٹھا ہو جائے تو اسے اپنی ڈائری یا مذکرہ میں موضوعات کے اعتبار سے مرتب کر لیں؛ کیونکہ یہ چیز نازک ترین اوقات میں آپ کی مدد کرے گی جب بسا اوقات بڑے بڑے پختہ کار بھی اس سے عاجز رہ جائیں گے۔

۲۸ علم کو بطور رعایت ونگرانی حفظ کرنا:

علم پر عمل اور اس کی اتباع کے ذریعہ اُسے بطور دیکھ ریکھ حفظ کرنے کی کوشش کریں؛ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [2]:

’’طالب حدیث کو چاہئے کہ طلب حدیث میں اپنی نیت خالص کرلے اور اس کا مقصود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رخ کریم (رضائے الٰہی) ہو۔

طلب حدیث کو دنیوی مقاصد اور معاوضہ و بدلہ کے حصول کا ذریعہ بنانے سے اجتناب واحتراز کرے، کیونکہ اپنے علم کے ذریعہ ان جیسے دنیوی مفادات چاہنے والوں کے لئے وعید آئی ہے۔

اور اپنے علم پر فخر و مباہات کرنے سے اجتناب کرے، نیز طلب حدیث سے اس کا مقصد ریاست وسرداری حاصل کرنا، متبعین ومریدین تیار کرنا نیز مجلسیں منعقد کرنا نہ ہو؛ کیونکہ علماء پر آنے والی آفتیں اکثر وبیشتر اسی قبیل سے ہوتی ہیں۔

---

[1] دیکھئے: کتاب العلم، از ابوخیثمہ زہیر بن حرب نسائی، فقرۃ: ۱۴۷۔

[2] الجامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۸۱، ۸۳، ۸۵، ۸۷، ۱۴۲)۔

اور طالب علم کو چاہیئے کہ حدیث کو بطور روایت نہیں بلکہ بطور رعایت حفظ کرے؛ کیونکہ علم روایت کرنے والے تو بہت ہیں، مگر اس کی رعایت، دیکھ ریکھ اور نگہداشت کرنے والے کم ہیں، اور بہت سے حاضر غائب کی طرح، اور عالم جاہل کی مانند ہوا کرتے ہیں، اور بہت سے حدیث یاد کرنے والوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اس کے حکم پر عمل آوری کو ایسے ضائع کر دیتے ہیں جیسے اس کی معرفت اور علم بھی چلا گیا ہو۔

اور طالب حدیث کو چاہیئے کہ حسب امکان رسول اللہ ﷺ کی احادیث و آثار پر عمل کر کے اور اپنی زندگی میں سنت رسول ﷺ کی عملی تطبیق دے کر اپنے عام معاملات میں عوام کے طور طریقوں سے ممتاز اور نمایاں رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب:۲۱]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔

۲۹ یادداشت کی ہمیشہ نگہداشت:

وقتاً فوقتاً اپنے علم کی نگہداشت کیا کرو؛ کیونکہ نگرانی نہ کرنا علم کے ضائع ہو جانے کی نشانی ہے خواہ کچھ بھی ہو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ"۔

یقیناً حافظ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ والے شخص جیسی ہے، کہ وہ اس کی مستقل نگہداشت رکھے تو اس کے پاس محفوظ رہے اور اگر چھوڑ دے تو ضائع

ہو جائے۔

اسے امام بخاری (۵۰۳۱) ومسلم نے اور امام مالک نے الموطا میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں[1]:

"اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو اپنے علم کی مستقل نگہداشت نہیں کرے گا اس کا علم ضائع ہو جائے گا؛ کیونکہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کا علم صرف قرآن ہی تھا اس کے سوا کچھ نہیں، اور جب ذکر و نصیحت کے لئے آسان کردہ قرآن کریم عدم نگہداشت کے سبب ضائع ہوسکتا ہے تو دیگر اسلامی علوم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟! اور سب سے بہتر علم وہ ہے جس کے اصول از بر کئے جائیں اور اس کی فرع کو دہرایا جائے، اور وہ اللہ کی طرف لے جائے اور اس کی رضا و خوشنودی کی رہنمائی کرے"۔

اور کسی نے کہا ہے[2]:

"ہر وہ عزت جسے علم سے مضبوط اور پائیدار نہ کیا جائے اس کا انجام ذلت اور پستی ہی ہوتا ہے"۔

۳۰ اصول پر فروع کی تخریج کے ذریعہ تفقہ:

حصول فقہ کے پیچھے تفقہ اور اسے حاصل کرنے والی چیز درکار ہوتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو احکام کو اس کے شرعی مآخذ سے جوڑتی ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] التمہید، (۱۴/ ۱۳۳-۱۳۴)۔

[2] شرح الاحیاء، (۱/ ۹۳)۔

''نَضَّرَ اللَّهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِيَ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا، فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ''[1]۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اور اسے یاد کرلیا اور خوب ازبر کرلیا، پھر جیسے سنا تھا ویسے ہی اسے ادا کردیا، کیونکہ بسا اوقات ایک فقہ حاصل کرنے والا فقیہ نہیں ہوتا، اور بسا اوقات کوئی فقہ حاصل کرنے والا ایسے شخص کو پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

ابن خیر اشبیلی رحمہ اللہ (وفات: ۵۷۵ھ) اس حدیث کی فقہ میں فرماتے ہیں[2]:

''اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ ''فقہ'': حصول فہم کے لئے کلام کے معانی میں استدراک و استنباط کا نام ہے، اور اسی ضمن میں حصول فقہ کے وجوب، معانی حدیث کی جستجو اور اس کے سربستہ راز نکالنے کا بھی بیان ہے''۔

شیخین یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم رحمہما اللہ کو اس باب میں بڑا بلند مقام حاصل ہے، جو ان دونوں اماموں کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ تفقہ کی راہ مستقیم پر گامزن ہوجائے گا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفقہ کی ایک مجلس کے سلسلہ میں بڑی پیاری بات کہی ہے[3]:

---

[1] اسے امام احمد (۴۱۵۷)، ترمذی (۱۰/ ۱۲۴)، اور ابن ماجہ (۱/ ۸۵) نے صحیح سند سے روایت کیا ہے، یہ متواتر حدیث ہے۔

[2] اپنی کتاب الفہرست (ص:۹) میں۔

[3] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۱/ ۵۳۴)۔

”حمد و صلاۃ کے بعد: ہم لوگ تفقہ فی الدین اور صورت مسئلہ کی تعیین، تقریر و اثبات، تاصیل اور تفصیل کے طور پر مشروع احکام کے مآخذ میں غور کرنے کی ایک مجلس میں تھے، تو گفتگو شروع ہوئی...... چنانچہ میں کہتا ہوں: قوت و تصرف اللہ ہی کے پاس ہے، یہ مسئلہ ایک اصل اور دو فصلوں پر مبنی ہے......“۔

اور اللہ آپ کو نیک بنائے، جان لو کہ تفقہ سے پہلے تفکر (غور و فکر) درکار ہوتا ہے [1]؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی کئی آیتوں میں اپنے بندوں کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں گہری نظر ڈالنے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے، نیز یہ کہ انسان اپنی ذات اور اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائے، تاکہ عقل و دانش کی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں پورے طور پر کھل جائیں، اور ایمانی تقویت، احکام کی گیرائی اور علمی پختگی تک اُس کی رسائی ہو سکے، ارشاد باری ہے:

﴿كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝٢٤٢﴾

[البقرۃ: ۲۴۲]۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتیں تم پر ظاہر فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝٥٠﴾ [الأنعام: ۵۰]۔

آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے، سو کیا تم غور نہیں کرتے؟

بنابریں ”تفقہ“ تفکر سے کہیں دور چیز ہے، کیونکہ وہ تفکر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، ورنہ:

---

[1] مفتاح دار السعادۃ، ص (۱۹۶-۳۲۴)، و مدارج السالکین، (۱/۱۴۶)، والتفسیر الاسلامی للتاریخ، از عماد الدین خلیل، ص (۲۱۰-۲۱۵)۔

﴿فَمَالِ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلۡقَوۡمِ لَا يَكَادُونَ يَفۡقَهُونَ حَدِيثٗا ۝٧٨﴾ [النساء:۷۸]۔

انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں ہیں۔

البتہ ذہن نشین رہے کہ یہ تفقہ دلیل و برہان سے آراستہ اور ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی سے آزاد ہونا چاہئے، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم بَعۡدَ ٱلَّذِي جَآءَكَ مِنَ ٱلۡعِلۡمِ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٍ ۝١٢٠﴾ [البقرة:۱۲۰]۔

اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔

لہٰذا اے طالب علم! اپنے آپ کو غور و تفکر اور فقہ و تفقہ سے آراستہ کرو؛ تاکہ تم فقیہ کے مرحلہ سے آگے بڑھ کر "فقیہ النفس" کے مقام تک پہنچ سکو، جیسا کہ فقہاء کہتے ہیں، یعنی وہ فقیہ جو احکام کو ان کے شرعی مآخذ سے ہم آہنگ کرتا ہے، یا "فقیہ البدن" تک پہنچ سکو، جیسا کہ محدثین کی اصطلاح ہے[1]۔

لہٰذا اصولوں پر فروع کو تطبیق دیکر اور قواعد و ضوابط کا پورا اہتمام کرتے ہوئے پیش آمدہ مسائل پر غور کرو۔

اور کسی فرع کے سلسلہ میں تلاش و جستجو اور شریعت کے عام اصول و ضوابط؛ جیسے حصول مصالح، دفع ضرر و مشقت، آسانی طلبی، حیلہ جوئی کے سد باب اور سد ذرائع وغیرہ کے قواعد کی روشنی میں اُسے شریعت کے عام قالب میں ڈھالنے کے لئے اپنی فکر و نظر جٹا لو۔

---

[1] ان کے قول "فقیہ البدن" کے لئے دیکھئے: معالم الایمان، (۲/ ۳۳۶-۳۴۰)، والثقات، از امام ابن حبان رحمہ اللہ (۹/ ۲۴۲)۔

اس طرح تم ہمیشہ نیک رہنمائی سے ہمکنار رہو گے؛ کیونکہ یہ چیز دشوار حالات میں تمہاری مدد کرے گی۔

اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، نصوص شریعت میں تفقہ، تشریعی حالات وظروف میں بصیرت اور مقاصد شریعت میں غور و تامل کا اہتمام والتزام کرو، کیونکہ اگر تمہاری سمجھ اس سے خالی یا تمہاری سماعت اس سے غافل ہوئی؛ تو سمجھ لو کہ تمہارا وقت ضائع ہو رہا ہے اور تم پر جہالت کا نام چسپاں ہو کر رہے گا۔

اور بالضبط یہ خوبی ہی تمہیں مسائل کے استنباط کی قدرت وصلاحیت کا گہرا ملکہ اور درست میعار عطا کرے گی۔

کیونکہ دراصل ''فقیہ'' وہ ہوتا ہے جو کسی پیش آمدہ ہنگامی مسئلہ جس میں نص نہ ہو' کا حکم نکال کر پیش کر دے۔

اور بلاغی وہ نہیں ہے جو آپ کے سامنے بلاغت کے اقسام وتفریعات کا ذکر کرے' بلکہ بلاغی وہ ہوتا ہے جس کی بلاغی بصیرت کتاب اللہ میں سرایت کر گئی ہو' چنانچہ وہ کتاب اللہ کے چھپے علوم سے بلاغی پہلوؤں کا استنباط کرے، اور اگر کچھ لکھے یا خطاب کرے تو آپ کے سامنے اپنی تحریر وگفتگو میں بلاغت کے موتی جڑ دے۔

اور یہ معاملہ تمام علوم کا ہے۔

(۳۱) حصول علم میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانا:

اگر آپ کو کوئی علم یا فن سمجھ میں نہ آئے تو اس سے نہ گھبرائیں؛ کیونکہ بعض علوم وفنون کچھ بڑی اور شہرہ آفاق ہستیوں کے لئے بھی دشوار رہے ہیں، ان میں سے کچھ لوگوں نے

تو صراحت فرمائی ہے جیسا کہ ان کی سیرتوں سے معلوم ہوتا ہے: جیسے علم عروض میں امام اصمعی (وفات: ۲۱۶ھ)، خط میں محدث امام رہاوی (وفات: ۶۱۲ھ)، منطق میں امام ابن الصلاح (وفات: ۶۴۳ھ)، علم صرف میں ابومسلم نحوی (وفات: ۱۸۷ھ)، حساب میں امام سیوطی (وفات: ۹۱۱ھ)، اسی طرح امام ابوعبیدہ معمر بن المثنیّ (وفات: ۲۰۹ھ)، محمد بن عبد الباقی انصاری (وفات: ۵۳۵ھ)، ابو الحسن قطیعی (وفات: ۶۳۴ھ)، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء (وفات: ۲۰۷ھ) اور ابو حامد غزالی (وفات: ۵۰۵ھ) ان پانچ علماء کو علم نحو میں گہری مہارت حاصل نہ ہوسکی۔

لہٰذا اے طالب علم! خوب شوق، انہماک اور دلچسپی سے علم حاصل کرو اور اللہ سے دعاء خیر کرو، شر سے اس کی پناہ مانگو اور اس کے سامنے تواضع وانکساری میں الحاح وزاری اور عاجزی کا ثبوت دو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جب بھی قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر مشکل ودشوار محسوس ہوتی تو اکثر یہ دعا فرماتے:

”اللّٰهُمَّ يَا مُعَلِّمَ آدَمَ وَإِبرَاهِيمَ عَلِّمنِي، وَيَا مُفَهِّمَ سُلَيمَانَ فَهِّمْنِي“.

اے اللہ! اے آدم وابراہیم علیہما السلام کو علم دینے والے مجھے بھی علم عطا فرما، اور اے سلیمان علیہ السلام کو سمجھ دینے والے مجھے بھی سمجھ عطا فرما۔

چنانچہ وہ مسئلہ سمجھ میں آجاتا[1]۔

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ (۴/ ۳۸)۔

(۳۲) علمی امانت:

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرنے، سیکھنے، عمل کرنے، پہنچانے اور ادا کرنے وغیرہ میں نہایت اعلیٰ علمی امانت کی خوبی سے آراستہ ہو: کیونکہ [1] امت کی فلاح و کامرانی اس کے حسن عمل میں ہے اور اس کا حسن عمل صحیح اور درست علوم میں ہے اور صحیح علوم اس بات پر موقوف ہیں کہ امت کے افراد جو کچھ بھی روایت کریں یا بتلائیں اس میں امانت دار ہوں، لہٰذا جو علم کے سلسلہ میں بلا امانت گفتگو کرے گا؛ علم کو زخم آلود کر دے گا اور امت کی کامرانی کی راہ میں رخنہ اور رکاوٹ ڈال دے گا۔

علوم سے نسبت رکھنے والے طبقات ایسے لوگوں سے خالی نہیں، جو اس مقصد سے علم حاصل نہیں کرتے کہ اونچی فضیلت سے آراستہ ہوں یا اپنے علم و معرفت سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں، اور اس قسم کے لوگوں کے دلوں میں امانت کو پائیدار جگہ نہیں ملتی، اسی لئے ایسے لوگ اَن سُنی باتوں کو روایت کرنے اور یا نامعلوم باتیں بیان کرنے میں بیباک ہوتے ہیں، اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے، اور یہی وہ چیز ہے جس نے ژرف نگاہ ماہر علماء کو راویان پر نقد کرنے اور فضول گوئی کرنے والوں اور علم کے مطابق گفتگو کرنے والوں کے درمیان تمیز کرنے پر آمادہ کیا، یہاں تک کہ طلبۂ علم کو اُن باتوں کی قیمت کا علم ہوا جو وہ پڑھ رہے تھے، اور ایسے شخص کی حیثیت اُن سے پوشیدہ نہیں رہی کہ وہ قطعی طور پر سچا ہے یا جھوٹا، یا دونوں میں سے ایک پہلو دوسرے پر راجح ہے، یا دونوں پہلوؤں کا یکساں احتمال ہے۔

---

[1] رسائل الاصلاح، (۱/ ۱۳)۔

۳۳ سچائی وراست گوئی[1]:

راست گوئی: وقار کی علامت، نفس کی شرافت، باطن کی شفافیت، ہمت کی بلندی، عقل کی پختگی، مخلوق کے ساتھ محبت کا پیغامبر، جماعت کی سعادت اور دین کا تحفظ ہے، اسی لئے گفتگو میں سچ بولنا فرض عین ہے، لہٰذا ہائے افسوس! اس میں کوتاہی کرنے والا کس قدر ناکام ہے!! اور جو ایسا کرے گا اپنی ذات اور اپنے علم کو بہت نقصان پہنچائے گا۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تَعَلَّمِ الصِّدْقَ قَبْلَ أَنْ تَتَعَلَّمَ الْعِلْمَ".

علم سیکھنے سے پہلے سچائی سیکھو۔

اور امام وکیع رحمہ اللہ (وفات: ۱۹۶ھ) فرماتے ہیں:

"هَذِهِ الصَّنْعَةُ لَا يَرْتَفِعُ فِيهَا إِلَّا صَادِقٌ"[2].

اس علم وفن میں سچا آدمی ہی بلندی پاسکتا ہے۔

لہٰذا اللہ آپ رحم فرمائے-علم سیکھنے سے پہلے سچائی سیکھو، اور سچائی: دراصل بات اس طرح پیش کرنے کو کہتے ہیں جو واقع اور اعتقاد کے مطابق ہو۔

چنانچہ سچائی کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے، جبکہ اس کی ضد "جھوٹ" کی بہت سی قسمیں، شکلیں، راہیں اور وادیاں ہیں، مجموعی طور پر اس کی تین قسمیں ہیں[3]:

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۰/ ۷۴-۸۵)۔

[2] الجامع، از خطیب بغدادی (۱/ ۳۰۴، ۲/ ۷)۔

[3] رسائل الاصلاح، (۱/ ۹۵-۱۰۵)۔

۱۔ چاپلوس کا جھوٹ: یعنی وہ جھوٹ جو واقع اور اعتقاد دونوں کے خلاف ہو، جیسے کوئی کسی ایسے شخص کی چاپلوسی کرے جسے جانتا ہو کہ وہ فاسق یا بدعتی ہے، چنانچہ اسے نیکی اور استقامت کی خوبی سے متصف کرے۔

۲۔ منافق کا جھوٹ: یعنی جو اعتقاد کے خلاف اور واقع کے مطابق ہو، جیسے منافق بظاہر وہی بات کرتا ہے جو اہل سنت و ہدایت کرتے ہیں۔

۳۔ بودے اور غبی کا جھوٹ: یعنی جو واقع کے خلاف اور اعتقاد کے مطابق ہو، جیسے کوئی کسی صوفی بدعتی کے بارے میں نیک ہونے کا عقیدہ رکھے چنانچہ اسے ولایت کے وصف سے متصف کرے۔

لہٰذا سچائی کی راہ کو لازم پکڑو، نہ زبان کی جڑ پر دباؤ ڈالو، نہ ہونٹوں کو ملاؤ اور نہ ہی بولنے کے لئے اپنا منہ کھولو مگر انہی حروف کی ادائیگی کے لئے جو آپ کے اندرونی سچے احساس کی تعبیر کریں؛ جیسے محبت و نفرت، یا آپ کے ظاہری احساس کی ترجمانی کریں جیسے، حواس خمسہ: سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کا ادراک ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ سچا آدمی نہیں کہہ سکتا کہ ”میں تم سے محبت کرتا ہوں“ حالانکہ وہ آپ سے نفرت کرتا ہو، نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ”میں نے سنا“ حالانکہ اس نے سنا نہیں ہے... اور دیکھنا کہیں تمہارے گرد مختلف خیال وگمان نہ گردش کرنے لگیں جو تمہیں راست گوئی سے خیانت میں مبتلا کردیں، اور نتیجہ یہ ہو کہ تمہیں جھوٹوں کی فہرست میں درج کرلیا جائے۔

اور اگر تمہاری طبیعت تمہیں کسی جھوٹی بات پر آمادہ کر رہی ہو تو- اس سے بچاؤ کا راستہ یہ ہے کہ تم سچائی کے مقام و مرتبہ اور جھوٹ کی قباحت و پستی نیز یہ کہ جھوٹے کا معاملہ بہت جلد فاش ہو جاتا ہے‘ وغیرہ کو یاد کرکے اپنے نفس کو کچل دو۔

اور اللہ سے مدد مانگو، عاجز و درماندہ نہ ہو۔

اور اپنی ذات کے لئے شریعت کے دائرہ سے باہر تعریض اور توریہ کے راستے بھی نہ کھولو۔

لہذا اے طالب علم! خبردار! دیکھنا کہیں سچائی سے تعریضات اور پھر جھوٹ کی طرف نہ نکل جانا، اور اس کی بدترین درجہ ''علم کے معاملہ میں جھوٹ بولنا'' ہے، جو ہمجولیوں کی منافست اور دنیا کی سستی شہرت کے مرض کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

اور جو اپنے مقام و حیثیت سے بڑھ کر شہرت کی تلاش میں ہو، اسے جان لینا چاہیئے کہ باریک نگاہوں اور تنقیدی قلموں سے مسلح کچھ لوگ گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں جو تمہاری شہرت کو حقیقت کی کسوٹی پر تولیں گے! اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تین اعتبارات میں تمہاری سستی شہرت کا راز فاش ہو جائے گا:

۱۔ دلوں سے تم پر اعتماد اُٹھ جائے گا۔

۲۔ تمہارا علم چلا جائے گا اور مقبولیت کا راز فاش ہو جائے گا۔

۳۔ اگر سچ بھی بولو گے تو کوئی تصدیق نہیں کرے گا۔

خلاصہ اینکہ؛ جو چکنی چپڑی باتوں کو اپنا پیشہ بنالے وہ جادوگر کا بھائی ہے اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہو سکتا[1]۔ واللہ اعلم۔

(۳۴) طالب علم کا ڈھال:

''لَا أَدْرِي'' (میں نہیں جانتا) کہہ دینا عالم (طالب علم) کا ڈھال ہے، اور احساس

---

[1] رسائل الاصلاح، (۱/ ۹۵-۱۰۵)۔

برتری کے سبب اس سے احتراز کرنا، اور یہ کہنا کہ ''کہا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے...'' اُس کی حقیقت کو تارتار کردیتا ہے۔

اور اسی بنا پر جب ''لا أَدْرِي'' (میں نہیں جانتا) کہنا آدھا علم ہے تو ''کہا جاتا ہے، میرا خیال ہے..'' وغیرہ کہنا آدھی جہالت ہے[1]۔

۳۵ اپنے رأس المال یعنی عمر کے لمحات کی حفاظت:

حصول علم کے لئے اپنے وقت کی حفاظت کرو، عمل اور سرگرمی کے حلیف بنو، ناکاری اور حیرانی کے حلیف نہ بنو، اور کام کو لازم پکڑو بے جا مشغولیت اور گپ شب کے عادی نہ بنو، کیونکہ محنت، کوشش، حصول علم کے التزام، مشائخ کی صحبت، پڑھنے پڑھانے، مطالعہ، غور و تدبر، حفظ، بحث و تحقیق وغیرہ میں علمی مشغولیت کے ذریعہ وقت کی حفاظت کرنا ضروری ہے، بالخصوص عنفوان شباب، نوعمری اور صحت و تندرستی کے اوقات میں، لہٰذا اس قیمتی موقع کو غنیمت جانو، تاکہ علم کے بلند مراتب حاصل کرسکو؛ کیونکہ یہ ''دلجمعی اور فکری یکسوئی کا وقت'' ہے، کیونکہ اس عمر میں مشغولیتیں اور زندگی اور سرداری کے التزامات سے پھیرنے والی چیزیں کم ہوتی ہیں، اور اخراجات اور اہل وعیال کا بوجھ بھی کم ہوتا ہے:

شاعر ''ابوالفرج ابن ہندو'' (وفات: ۴۱۰ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

مَا لِلْمُعِيْلِ وَلِلْمَعَالِي إِنَّمَا

يَسْعَى إِلَيْهِنَّ الفَرِيدُ الفَارِدُ

کثیر العیال کو بلندیوں سے کیا سروکار، بلندیوں تک رسائی کے لئے وہی سرگرداں

[1] دیکھئے: التعالم وأثرہ علی الفکر والکتاب، از مولف، ص (۳۶)۔

رہتا ہے جو تنہا، یگانہ اور با کمال ہوتا ہے۔

اور دیکھنا اپنے اوپر تسویف (یعنی: آج کا کام کل پر ٹالنے) کو حاکم نہ بنانا؛ چنانچہ یہ نہ کہنا کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر کروں گا، اور اس کام سے ریٹائر ہونے کے بعد کروں گا... وغیرہ، بلکہ اپنے کام میں جلدی کرو قبل اس کے کہ تم پر شاعر ابوالطمحان قینی کا قول صادق آئے:

حَنَتْني حانياتُ الدَّهْرِ، حَتَّى
كأني خَاتِلِ يَدْنو لصَيْد
قَرِيبُ الخَطوِ يحَسَبُ مَن رَآنِي
ولَسْتُ مُقَيَّداً، أني بقَيْد

زمانے کے حوادث نے میری کمر اس قدر جھکا دی ہے کہ گویا میں اس شکاری کے مانند ہو گیا ہوں جو قریب قریب قدم رکھتے ہوئے نہایت خاموشی سے شکار کے قریب ہو رہا ہو، مجھے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ میں قید میں ہوں، حالانکہ میں قید میں نہیں ہوں۔

اور اسامہ بن منقذ (وفات: ۵۸۴ھ) کہتے ہیں:

مَعَ الثَّمَانِيْنَ عَاثَ الضَّعْفُ فِي جَسَدِي
وَسَاءنِي ضَعْفُ رِجْلِي وَاضْطِرَابُ يَدِي
إِذَا كَتَبتُ فَخطِّي خطٌّ مُضطَرِبٍ
كخطِّ مُرْتَعِشِ الكفَّيْنِ مُرْتَعِدِ
فَاعجَبْ لضَعْفِ يَدِي عَنْ حَمْلهَا قَلماً
مِنْ بَعْدِ حَمْلِ القنَا فِي لبَّةِ الأَسَدِ

فَقُلْ لِمَنْ يَتَمَنَّى طولَ مُدَّتِهِ
هَذِي عَواقِبُ طولِ الْعُمر وَالمُدَدِ

اَسّی سال ہوتے ہوتے کمزوری نے میرے جسم کو کھوکھلا کر دیا، میرے پیروں کی کمزوری اور ہاتھوں کی کپکپی نے میرا برا حال کر دیا، جب میں لکھتا ہوں تو میری تحریر ایک کانپنے والے جیسی ہوتی ہے جیسے کسی گھبراتی تھراتی کانپتی ہتھیلیوں والے کی تحریر ہو۔ بھلا سوچو تو سہی کہ میرے اس ہاتھ میں قلم اٹھانے کی بھی سکت نہ رہی بعد ازیں کہ یہ ہاتھ شیر کی حلق میں نیزے کی دھار پیوست کر چکا ہے۔ لہٰذا لمبی عمر کی تمنا کرنے والے کو بتلا دو کہ پیرانہ سالی اور عمر درازی کا یہی انجام ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر تم نے اپنا کام فوری انجام دے دیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم ''علم میں بلند ہمت'' کے مالک ہو۔

۳۶ نفس کی راحت رسانی:

اپنے وقت سے کچھ گھڑیاں نکال کر معلومات عامہ وغیرہ کی کتابیں پڑھو، علم کے باغ و بہار میں رہ کر اپنے نفس کو راحت پہنچاؤ؛ کیونکہ وقتاً فوقتاً دلوں کو راحت پہنچانا چاہئے۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''أَجِمُّوا هَذِهِ الْقُلُوبَ، وَاطْلُبُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمَةِ؛ فَإِنَّهَا تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ''[1]۔

ان دلوں کو راحت پہنچاؤ، اور ان کے لئے علم و حکمت پر مبنی لطیفے تلاش کرو، کیونکہ جس

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبد البر، ۱/ ۴۳۳، فقرہ: ۶۵۹۔

طرح جسموں میں اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اسی طرح یہ دل بھی اکتا جاتے ہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مطلق اوقات میں نوافل کی ممانعت کی حکمت کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں[1]:

"بلکہ بعض اوقات میں نوافل کی ممانعت میں دیگر مصلحتیں بھی ہیں، جیسے بسا اوقات عبادت کے بوجھ سے نفسوں کو راحت پہنچانا، جیسا کہ نیند وغیرہ کے ذریعہ راحت پہنچائی جاتی ہے، اسی لئے معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"إِنِّي لَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي، كما أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي"[2]۔

میں اپنی نیند کو بھی نیکی شمار کرتا ہوں جیسے اپنے قیام اللیل کو نیکی سمجھتا ہوں۔

نیز فرماتے ہیں[3]:

بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: بعض اوقات میں مطلق نفل کی ممانعت کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ: ممنوع وقت میں نفس کو راحت پہنائی جائے، تاکہ نماز کے لئے طبیعت چاق ہو جائے؛ کیونکہ ممنوع چیز کو پا کر نفس کو فرحت ہوتی ہے، اور آرام کے بعد نماز کے لئے نشاط اور چستی پیدا ہوتی ہے، واللہ اعلم"۔

اسی لئے طلبہ کے لئے ہفتہ واری چھٹیوں کا رواج ایک طویل عرصہ سے عام ہے، اور عام طور پر یہ چھٹی جمعہ کے دن اور جمعرات کو عصر کے وقت ہوا کرتی تھی، اور بعض لوگوں کے یہاں منگل اور پیر کے روز، اور ایسے ہی عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں بھی ایک سے تین دنوں

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، (۲۳/ ۱۸۷)۔

[2] صحیح بخاری، (حدیث: ۴۱۴۳)۔

[3] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، (۲۳/ ۲۱۷)۔

تک چھٹی رہا کرتی تھی....

اس کا ذکر ہمیں آداب تعلیم اور سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے، مثال کے طور پر: ''آداب المعلمین'' از امام محمد بن سحنون (وفات:۲۵۶ھ) (ص ۱۰۴)، ''الرسالۃ المفصلۃ لأحوال المتعلمین وأحکام المعلمین والمتعلمین'' از امام ابو الحسن علی القابسی (وفات:۴۰۳ھ)، (ص ۱۳۵- ۱۳۷)، ''الشقائق النعمانیۃ فی علماء الدولۃ العثمانیۃ'' از طاشکبری زادہ (وفات:۹۶۸ھ) (ص ۲۰)، اور اس کے حوالہ سے: ''أبجد العلوم-الوشی المرقوم فی بیان أحوال العلوم'' از نواب صدیق حسن قنوجی (وفات:۱۳۰۷ھ) (۱/ ۱۹۵- ۱۹۶)، وکتاب ''ألیس الصبح بقریب'' از امام محمد الطاہر بن عاشور (وفات: ۱۳۹۳ھ)، ''فتاویٰ رشید رضا'' از علامہ رشید رضا (وفات: ۱۳۵۴ھ) (۱۲۱۲)، ''معجم البلدان'' از علامہ یاقوت بن عبد اللہ الحموی (وفات: ۶۲۶ھ) (۳/ ۱۰۲)، ''مجموع فتاویٰ امام ابن تیمیہ'' (۲۵/ ۳۱۸-۳۲۰،۳۲۹) وغیرہ میں، رحمہم اللہ۔

۳۷ الفاظ کی تصحیح اور ضبط کی پڑھائی:

کسی پختہ اور ٹھوس علم والے شیخ سے تصحیح وضبط پڑھنے کی بھی کوشش کریں، تاکہ تحریف، تصحیف، غلطی اور وہم وغیرہ سے محفوظ رہیں۔

اور اگر آپ اہل علم بالخصوص حفاظ کی سیرتوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو علماء کی ایک اچھی خاصی تعداد ایسی ملے گی جنہوں نے بڑی بڑی مطول کتابوں کو چند مجلسوں یا چند دنوں میں کسی پختہ علم والے شیخ کے پاس ضبط وتصحیح کے لئے پڑھ کر ختم کیا ہے۔

چنانچہ یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے صحیح بخاری دس مجلسوں میں پڑھا، ہر مجلس

دس گھنٹوں پر مشتمل تھی، صحیح مسلم چار مجلسوں یعنی تقریباً دو دن اور کچھ زیادہ میں آغاز دن سے ظہر تک میں پڑھا، جو یوم عرفہ کو ختم ہوا، یہ سنہ ۸۱۳ھ جمعہ کا دن تھا، اسی طرح سنن ابن ماجہ چار مجلسوں میں اور معجم طبرانی صغیر ظہر اور عصر کے درمیان ایک مجلس میں پڑھا۔

جبکہ ان کے شیخ فیروز آبادی (وفات: ۸۱۷ھ) نے دمشق میں صحیح مسلم کو اپنے شیخ ابن جہبل (وفات: ۷۳۳ھ) کے پاس ضبط وتصحیح کے لئے تین دنوں میں پڑھا۔

اور اس باب میں امام خطیب بغدادی (وفات: ۴۶۳ھ)، مؤتمن ساجی (وفات: ۵۰۷ھ) اور ابن الآبار (وفات: ۶۵۸ھ) وغیرہ کے بڑے عجیب وغریب واقعات ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہوگا، اس کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ''سیر اعلام النبلاء'' از امام ذہبی، (۱۸/ ۲۷۷، ۲۷۹)، و(۱۹/ ۳۱۰)، و (۲۱/ ۲۵۳)، و''طبقات الشافعیہ'' از امام سبکی (وفات: ۷۷۱ھ)، (۴/ ۳۰)، و''الجواہر والدرر'' از امام سخاوی (وفات: ۹۰۲ھ)، (۱/ ۱۰۳-۱۰۵)، و''فتح المغیث'' از امام سخاوی، (۲/ ۴۶)، و''شذرات الذہب'' از ابن العماد الحنبلی (وفات: ۱۰۸۹ھ) (۸/ ۱۲۱ و۲۰۶)، و''خلاصۃ الأثر'' از محمد الأمین الحموی (وفات: ۱۱۱۱ھ) (۱/ ۷۲- ۷۳)، و''فہرس الفہارس''، از امام کتانی (وفات: ۱۳۸۲ھ)، و''تاج العروس''، از علامہ زبیدی (وفات: ۱۲۰۵ھ) (۱/ ۴۵-۴۶)۔

لہٰذا اس سے اپنا حصہ لینا نہ بھولیں۔

۳۸ بڑی اور مطوّل کتابوں کو کھنگالنا:

بڑی اور مطول کتابوں کا مطالعہ اہم ترین امور میں سے ہے، کیونکہ اس سے متعدد

معلومات حاصل ہوتی ہیں، اذہان وافکار کو کشادگی اور بالیدگی ملتی ہے، ان میں سربستہ فوائد اور نادر علمی خزانے میسر آتے ہیں، بحوث ومسائل کے مصادر ومراجع کا تجربہ حاصل ہوتا ہے اور کتابوں میں مصنفین کے مناہج اور ان کی اصطلاحات کی معرفت ہوتی ہے۔

اور سلف ان کتابوں کے مطالعہ کے دوران جہاں تک پہنچتے تھے وہاں ''بلغ'' (یہاں پہنچا) لکھ دیا کرتے تھے، تاکہ دوبارہ پڑھتے ہوئے بالخصوص لمبے وقفہ کے بعد کوئی چیز چھوٹ نہ جائے۔

۳۹ عمدہ سوال:

آداب گفتگو کا لحاظ اور اس کی پابندی کریں، جیسے اچھے انداز میں سوال کرنا، پھر بغور سننا، پھر جواب کو اچھی طرح سمجھنا، اور خبردار! دیکھنا جواب مل جانے پر یہ نہ کہنا: ''لیکن فلاں شیخ نے ایسا کہا ہے، یا مجھے ایسا جواب دیا ہے''؛ کیونکہ ایسا کرنا ادب میں عیب کا باعث اور اہل علم کے مابین باہم ٹکراؤ پیدا کرنے کا سبب ہے، لہذا اس سے احتراز کرو۔

ہاں اگر ایسا کچھ ناگزیر ہی ہو تو واضح سوال کرو، اور کسی کا نام لئے بغیر کہو: کہ اس فتویٰ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امام ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں [1]:

''کہا گیا ہے کہ: جب تم کسی عالم کے پاس بیٹھو تو اس سے کوئی مسئلہ سمجھنے کے لئے سوال کرو، اُسے مشقت میں ڈالنے یا امتحان لینے کے لئے نہیں''۔

نیز فرماتے ہیں:

---

[1] مفتاح دارالسعادۃ ص (۱۸۴)۔

علم کے چھ مراتب ہیں:

اول : عمدہ سوال۔

دوم : خاموشی اور بغور سماعت۔

سوم : عمدہ فہم۔

چہارم : حفظ۔

پنجم : تعلیم۔

ششم : یہ علم کا ثمرہ اور نچوڑ ہے؛ یعنی اس پر عمل اور اس کے حدود کی رعایت۔

پھر ان کی وضاحت کرتے ہوئے بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔

(۴۰) جھگڑا و تکرار کے بغیر مناظرہ[1]:

جھگڑا و تکرار سے بچو، کیونکہ یہ معیوب شے ہے، البتہ حق جوئی کے لئے مناظرہ نعمت ہے، کیونکہ سچے مناظرہ میں حق کو باطل پر اور راجح کو مرجوح پر غلبہ ہوتا ہے، یہ باہمی خیر خواہی، حلم و بردباری، اور علم کی نشر و اشاعت پر مبنی ہوتا ہے، رہا باہمی گفتگو اور مناظرات میں جھگڑا تکرار، تو وہ بے جا حجت بازی، ریا کاری، فضول گوئی، غرور و تکبر، ایک دوسرے پر غلبہ و برتری، جھگڑا، اکڑ پن، عداوت و دشمنی اور احمقانہ حرکت ہے، لہٰذا اس سے اور ایسا کرنے والے سے چوکنا رہو؛ گناہوں اور محرمات کی پامالی سے محفوظ رہو گے، اور اس سے اعراض کرو عافیت میں رہو گے اور گناہ و معاصی کو ذلیل و رسوا کر سکو گے۔

---

(1) نیز دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، (۲۴/ ۱۷۲-۱۷۴)۔

(۴۱) علم کا مذاکرہ:

انصاف اور نرم خوئی کا التزام کرتے ہوئے اور جانبداری، بے اصولی اور شر و فساد سے دور رہتے ہوئے اہل علم و بصیرت کے ساتھ مذاکرہ اور یادداشت کے تبادلہ کا لطف اٹھاؤ؛ کیونکہ یہ چیز بہت دفعہ مطالعہ سے بھی بھاری ہوتی ہے، ذہن و دماغ کو تیز کرتی ہے اور یادداشت کو قوت پہنچاتی ہے۔

اور ذرا چوکنا رہنا؛ کیونکہ یہ چیز جو راست گو نہیں ہوتے اُن کا عیب فاش کر دیتی ہے۔

چنانچہ اگر یہ مذاکرہ کسی کم علم اور ناپختہ ذہن والے کے ساتھ ہو تو وہ ایک مرض اور باہمی نفرت کا باعث ہے، رہا علمی مسائل میں خود آپ کا اپنی ذات کے ساتھ مذاکرہ کرنا تو آپ کے لئے اس سے لاپرواہی برتنا مناسب نہیں۔

اور کہا گیا ہے: ''علم کو زندہ کرنا اس کا مذاکرہ ہے''۔

(۴۲) طالب علم کتاب و سنت اور اس کے علوم کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے:

چنانچہ کتاب و سنت اُس کے لئے پرندہ کے دو بازوؤں کے مثل ہیں، لہٰذا دیکھنا کہیں ٹوٹے یا کمزور بازو والا نہ ہو جانا۔ (کتاب وسنت کے علوم سے بے اعتنائی نہ کرنا)

(۴۳) ہر فن کے اسباب و وسائل کی تکمیل:

تم ہرگز ٹھوس اور کسی فن میں باصلاحیت طالب علم نہیں ہو سکتے - یہاں تک کہ اونٹ سوئی

کے ناکے میں داخل ہو جائے- جب تک کہ تم اس فن کے تمام تر اسباب و وسائل اکٹھا نہ کرلو، مثلا فقہ میں فقہ و اصول فقہ اور حدیث میں علم روایت و درایت اکٹھا نہ کرلو...اسی طرح دیگر علوم وفنون میں! اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو۔

ارشاد باری ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ﴾ [البقرۃ:۱۲۱]۔

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ طالب علم کسی علم کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک اسے اچھی طرح (کما حقہ) ازبر نہ کرلے[1]۔

❀❀❀❀❀

[1] شرح الاحیاء،(۱/ ۳۳۴)۔

چھٹی فصل:

عمل سے آراستگی

(۴۴) علم نافع کی علامتیں:

ذرا اپنے آپ سے سوال کرو کہ علم نافع کی حسب ذیل علامتوں میں آپ کا کتنا حصہ ہے:

1. علم نافع کے مطابق عمل کرنا۔
2. اپنی پارسائی، تعریف اور اللہ کے بندوں پر تکبر و برتری کی کراہت و ناپسندیدگی۔
3. جس قدر آپ کا علم زیادہ ہو اسی قدر آپ کا تواضع بھی بڑھتا جائے۔
4. سرداری، شہرت طلبی اور دنیا سے فرار اختیار کرنا۔
5. علمی دعویداری سے قطع تعلق اور کنارہ کشی اختیار کرنا۔
6. اپنی ذات کے ساتھ بدگمانی کرنا اور لوگوں پر طعن و تشنیع سے بچتے ہوئے اُن کے بارے میں نیک گمان رکھنا۔

امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے سامنے جب اسلاف کے اخلاق کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

لَا تَعْرِضَنَّ بِذِكْرِنَا مَعَ ذِكْرِهِمْ لَيْسَ الصَّحِيحُ إِذَا مَشَى كَالْمُقْعَدِ

اُن اسلاف کے ساتھ ہمارا ذکر نہ کرو (یعنی اُن سے ہمارا موازنہ نہ کرو) کیونکہ صحت مند چلنے والا اپاہج کی طرح نہیں ہوتا۔ (حلیۃ الأولیاء، ۸/ ۲۶۶، بقول مخلد بن حسین)۔

۴۵ علم کی زکاۃ:

علم کی زکاۃ ادا کرو، بایں طور کہ: ببانگ دہل اعلان حق کرو، خوب بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، فوائد اور نقصانات میں موازنہ کرو، علم پھیلاؤ، نفع سے محبت عام کرو، اور حق و بھلائی کے تقاضوں میں اپنے رسوخ و وجاہت اور اچھی سفارش کے ذریعہ مسلمانوں کے کام آؤ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ"۔

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، یا کوئی علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

اسے امام مسلم (حدیث: ۱۶۳۱) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے [1]: یہ تینوں چیزیں اسی عالم میں یکجا ہوتی ہیں جو اپنے علم کو خرچ کرنے والا ہو، چنانچہ اس کا علم خرچ کرنا صدقہ ہوتا ہے جس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس علم کو حاصل کرنے والا اُس عالم سے سیکھنے کی وجہ سے اس کا بیٹا ہوتا ہے۔

لہٰذا اس زیور (ادب) کا خاص خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے علم کا بنیادی ثمرہ ہے۔

اور یہ علم کا شرف ہی ہے کہ وہ بکثرت خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور احتراز و بخیلی سے

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم، از علامہ ابن جماعہ الکنانی۔

کم ہوتا ہے، اور علم کی آفت اسے چھپانا ہے۔

اور دیکھنا زمانے کا بگاڑ، فاسقوں کا غلبہ اور نصیحت کی قلتِ افادیت کا دعویٰ تمہیں دعوت وتبلیغ کے فریضہ سے دوری پر آمادہ نہ کرے، کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ ایسا کام ہوگا جس پر بدعمل و بدکردار لوگ سرخ سونا لٹائیں گے، تاکہ وہ نیکی و شرافت کے خلاف بغاوت کرنے اور شر و برائی اور پستی کا علم بلند کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔

۴۶ علماء کی غیرت اور خودداری:

''علماء کی خودداری'' کی خوبی: سے مراد علم کا تحفظ، اس کی تعظیم، اور اس کی عزت وشرافت کی چہار دیواری کی حمایت کرنا ہے، اور تم اس باب میں جس قدر محنت کروگے اور جتنا عمل کروگے، اتنا ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ گے، اور جتنا اسے ضائع کروگے اتنا ہی نقصان اٹھاؤ گے، اور اللہ غالب و حکیم کے بغیر کوئی قوت وتصرف نہیں۔

لہٰذا؛ دیکھنا کہیں تمہیں سربرآوردہ لوگ استعمال نہ کریں یا احمق لوگ تم پر حاوی نہ ہوجائیں کہ تم کسی فتویٰ، یا فیصلہ یا بحث وتحقیق یا خطاب وغیرہ... میں اُن کی خاطر بے جا نرمی برتنے لگو۔

اور دیکھنا علم کے ساتھ دنیا والوں کے پیچھے نہ بھاگنا، نہ ان کی دہلیزوں پر کھڑے ہوکر انتظار کرنا، اور نہ ہی نا اہلوں پر علم صَرف کرنا، خواہ وہ بڑی قدر و منزلت والا ہی کیوں نہ ہو۔

ائمۂ سلف کی سیرت وسوانح اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرکے اپنی بصارت وبصیرت کو فائدہ پہنچاؤ، تمہیں ان کی سیرتوں میں اس خودداری کی حمایت کی راہ میں نفس کی

قربانیاں دکھائی دیں گی، بالخصوص ان لوگوں کی جنہوں نے اس باب میں مثالی کارنامے اکٹھا کئے ہیں، جیسے کتاب ''من اخلاق العلماء'' از محمد سلیمان رحمہ اللہ [1]، وکتاب ''الاسلام بین العلماء والحکام'' از عبد العزیز بدری رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۸۹ھ)، وکتاب ''مناہج العلماء فی الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر'' از فاروق سامرائی [2]۔

اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس سے کئی گنا زیادہ میری کتاب ''عزۃ العلماء'' میں دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل وطباعت آسان فرمائے۔

اور علماء اپنے طلبہ کو علی بن عبد العزیز جرجانی رحمہ اللہ (وفات: ۳۵۲ھ) کا قصیدہ یاد کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کو اُن کے کئی سیرت نگاروں کے یہاں یہ بات ملے گی، اس قصیدہ کا مطلع یوں ہے:

يقولـــــــــون لي فيك انْقِباضٌ وإنما
رأَوا رجلاً عن موقــفِ الذُّلِّ أحْجَمَا

أرَى الناسَ مَن داناهمُ هان عندَهمْ
ومن أكرَمتْه عِـــــــزَّةُ النَّفسِ أُكْرِمَا

ولو أنَّ أهلَ العـــلمِ صَانُوه صانَهُمْ
ولو عظَّمـــــــــوه في النفوسِ لَعَظَّمَا

ترجمہ: لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم لوگوں سے کتراتے ہو، حالانکہ درحقیقت انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے ذلت کی جگہ سے دوری اختیار کرلی ہے۔ میں لوگوں کو

[1] یہ کتاب بارہا شائع ہو چکی ہے۔

[2] یہ کتاب دار الوفاء جدہ سے (۱۴۰۷ھ) میں شائع ہو چکی ہے۔

دیکھتا ہوں کہ جو ان سے قریب ہوتا ہے ان کے یہاں کمتر اور بے وقعت ہو جاتا ہے، اور جسے اس کی خودداری عزت دیتی ہے اس کی عزت کی جاتی ہے، اور اگر لوگوں نے علم کی حفاظت کی ہوتی تو وہ بھی ان کی حفاظت کرتا، اور اگر دلوں میں اس کی تعظیم کرتے تو وہ بھی انہیں باعظمت بنا دیتا۔

۴۷ علم کی حفاظت:

اگر تمہیں کوئی (دینی) عہدہ یا منصب مل جائے تو یاد رکھو کہ اس منصب تک رسائی کا ذریعہ تمہارا طلب علم ہے، چنانچہ تعلیم، یا فتویٰ یا قضاء وغیرہ کے جس منصب پر بھی تم فائز ہوئے ہو اللہ کے فضل اور پھر اپنے علم کے سبب ہوئے ہو، لہٰذا علم کو اپنا مرتبہ اور حق دو، یعنی اس پر عمل کرو اور اس کو اپنا مقام دو۔

اور ان لوگوں کے طریقہ سے بچو جو اللہ کا مقام و مرتبہ اور اس کی عظمت نہیں پہچانتے، جو اپنے ''عہدہ و منصب کے تحفظ'' کو اساس اور سب کچھ سمجھتے ہیں، چنانچہ حق گوئی سے اپنی زبانیں سمیٹتے ہیں، اور عہدہ و منصب کی محبت انہیں مقابلہ آرائی اور ٹکراؤ پر آمادہ کرتی ہے۔

لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ حکمت و معرفت اور حسن تدبیر سے اپنے دین، علم، شرف اور نفس کی حفاظت کر کے اپنی قیمت و حیثیت کی حفاظت کا اہتمام کرو۔

''احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ''۔ (جامع ترمذی: ۲۵۱۶)

اللہ کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

''احْفَظِ اللَّهَ فِي الرَّخَاءِ يَحْفَظْكَ فِي الشِّدَّةِ...''۔ (مسند احمد: ۲۸۰۳)

خوشحالی میں اللہ کی حفاظت کرو وہ پریشانی میں تمہاری حفاظت فرمائے گا۔

اور اگر عہدہ ومنصب کے پٹے سے بے دخل اور علیحدہ ہو چکے ہو- اور دیر سہی ،تمہارا انجام وہی ہونا ہے-تو کوئی حرج نہیں ؛ یہ معزولی قابل ستائش ہے،قابل نقص ومذمت نہیں ۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ توفیق الٰہی کے ایک بڑے حصہ سے محروم بعض لوگوں کے یہاں شریعت کی پابندی اور اللہ کی طرف رجوع وانابت ''ریٹائرمنٹ'' کے بعد ہی آتی ہے، ایسے شخص کی توبہ گرچہ شرعی توبہ ہے،لیکن اس کا دین اور ''بوڑھی عورتوں کا دین'' یکساں ہے، کیونکہ اس کا فائدہ اسی تک محدود ہے آگے نہیں جا سکتا! اور جب اس کے عہدہ ومنصب کا وقت رہتا ہے، جب اس کا فائدہ دوسروں تک پہنچنے کی حاجت رہتی ہے؛ تو آپ اس کو لوگوں میں سب سے بڑا فاسق وفاجر ،ضرر رساں، یا کمزوردل اور حق گوئی سے گونگا پائیں گے۔

ہم ذلت وبے بسی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

۴۸ مداہنت (بے جا تساہل ونرمی) کے بجائے رواداری:

مداہنت ایک بُری اور پست عادت ہے،مگر رواداری ایسی چیز نہیں ۔لہٰذا دیکھنا ان دونوں کو گڈمڈ نہ کرنا ،کہ مداہنت تمہیں کھلی منافقت پر آمادہ کر دے!! اور مداہنت ہی تمہارے دین کو عیب دار کرتی ہے [1]۔

۴۹ کتابوں کا شغف [2]:

علم کا شرف معلوم ہے، کیونکہ اس کا نفع عام ہے،اور اس کی حاجت اتنی ہی شدید ہے جتنی

---

[1] دیکھئے: الغرباء، از امام آجری ،ص (۷۹-۸۰)،بڑی اہم ہے،وروضۃ العقلاء ،از امام ابن حبان، ص (۷۰)۔

[2] دیکھئے: روضۃ المحبین ،ص (۶۸-۶۹)، بڑی اہم ہے، ومفتاح دار السعادۃ،ص (۸۱)، ان دونوں کتابوں میں بڑے دلچسپ واقعات وحکایات ہیں۔

جسم کے لئے سانسوں کی، اس میں جتنی کمی ہوگی اتنی ہی کمی ظاہر ہوگی، اور اسے جتنا ہی حاصل کیا جائے گا اتنا ہی لذت و سرور حاصل ہوگا؛ اسی لئے حصول علم سے طلبۂ علم کا شغف شدید تر رہا ہے، اور کتابیں جمع کرنے کا شغف انتخابی بنیاد پر ہونا چاہئے، اور اس سلسلہ میں اہل علم کی بڑی طویل باتیں ہیں۔ اور اس بارے میں (میری کتاب) ''خبر الکتاب'' میں کچھ باتیں نوٹ کی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل وطباعت کے مراحل آسان فرمائے۔

لہٰذا: اصول و مراجع کی کتابیں جمع کریں، اور جان لیں کہ کوئی کتاب کسی کتاب سے بے نیاز نہیں کرسکتی، اور دیکھنا خس وخاشاک کی مانند رطب و یابس کتابوں سے نہ اپنی لائبریری کو بھرنا نہ ہی اپنی فکر کو خلل اور تشویش میں ڈالنا، بالخصوص بدعتیوں کی کتابوں سے تو مکمل اجتناب کرنا کیونکہ وہ خطرناک دائمی زہر ہے!!

۵۰ تمہاری لائبریری کا اصل سرمایہ:

ایسی کتابوں کا اہتمام والتزام کرو جو استدلال واستنباط، احکام کے اسباب وعلل میں تفقہ اور مسائل کے اسرار ورموز میں غوطہ زنی کے طریقہ پر ترتیب دی گئی ہوں؛ اور اس سلسلہ میں شیخین یعنی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم الجوزیہ رحمہما اللہ کی کتابیں نہایت جلیل القدر اور اہم ہیں۔

نیز اس سلسلہ کی قدیم وجدید منہجی متداول کتابیں حسب ذیل اہل علم کی ہیں:

① حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی: ۴۶۳ھ)، اور ان کی عظیم ترین کتاب ''التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید''۔

② حافظ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (متوفی: ۶۲۰ھ) اور ان کی نہایت بنیادی کتاب

"المغنی"۔

③ امام حافظ نووی رحمہ اللہ (وفات: ۶۷۶ھ)۔

④ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (وفات: ۷۴۸ھ)۔

⑤ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (وفات: ۷۷۴ھ)۔

⑥ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (وفات: ۷۹۵ھ)۔

⑦ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (وفات: ۸۵۲ھ)۔

⑧ حافظ شوکانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۲۵۰ھ)۔

⑨ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (وفات: ۱۲۰۶ھ)۔

⑩ علماء دعوتِ سلفیت کی کتابیں، اور ان کی نہایت جامع کتاب "الدرر السنیۃ" ہے۔

⑪ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۸۲ھ)۔ بالخصوص ان کی نفع بخش کتاب "سبل السلام"۔

⑫ علامہ صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۰۷ھ)۔

⑬ علامہ محمد الأمین شنقیطی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۹۳ھ)، بالخصوص ان کی کتاب "أضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن"۔

⑤① کتاب کے ساتھ تعامل:

کسی کتاب سے اس وقت تک استفادہ نہ کریں جب تک کہ اس میں اس کے مولف کی اصطلاح نہ جان لیں، اور اکثر و بیشتر کتاب کے مقدمہ سے اس کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے، اس لئے سب سے پہلے کتاب کا مقدمہ پڑھیں۔

⑤② اسی طرح:

اگر آپ کو کوئی کتاب ملے تو اسے اپنے مکتبہ میں اس وقت تک داخل نہ کریں جب تک اس سے اچھی طرح گزر نہ جائیں، یا اس کا مقدمہ، فہرست اور کچھ جگہوں سے پڑھ نہ لیں، کیونکہ اگر آپ مکتبہ میں اُسے اُس فن کی کتابوں میں ڈال دیں گے؛ تو بسا اوقات ایسا ہوگا کہ زمانہ گزر جائے گا اور عمر بیت جائے گی آپ اُسے دیکھ بھی نہ سکیں گے، یہ تجربہ شدہ امر ہے، توفیق دہندہ اللہ کی ذات ہے۔

⑤③ تحریر پر اعراب اور نقطوں کا اہتمام:

جب تم کوئی چیز لکھو تو حرکات اور نقطوں کا اہتمام کرو تاکہ اس کا غموض اور پیچیدگی زائل ہو جائے، اور اس کے لئے حسب ذیل امور مطلوب ہیں:

① خط واضح ہو۔

② رسم الخط قواعدِ املاء کی روشنی میں ہو۔

اور اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں ہیں، چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ''کتاب الاملاء'' از حسین والی (وفات: ۱۳۵۴ھ)[1]۔

۲۔ ''قواعد الاملاء'' از عبد السلام محمد ہارون (وفات: ۱۴۰۸ھ)[2]۔

۳۔ ''المفرد العلم'' از ہاشمی (وفات: ۱۹۴۳ء)، رحمہم اللہ تعالیٰ[3]۔

---

[1] یہ کتاب شائع ہوئی، پھر سنہ ۱۴۰۵ھ میں دار القلم بیروت سے اس کی تصویر لے کر شائع کیا گیا۔

[2] چوتھا ایڈیشن، خانجی مصر سنہ ۱۳۹۹ھ۔

[3] مکتبہ بخاریہ کبریٰ، مصر، بائیسواں ایڈیشن۔

③ نقطوں والے حروف پر نقطوں اور بلانقطوں والے حروف پر بلانقطوں کا اہتمام[1]۔

④ مشکل الفاظ پر حرکات کا اہتمام۔

⑤ آیت یا حدیث کے علاوہ میں رموز کتابت (کاما، وقف وغیرہ) کا اہتمام[2]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

[1] کیونکہ ایسا نہ کرنے سے اشتباہ پیدا ہوگا۔

[2] الترقیم وعلاماتہ، از احمد زکی پاشا، ایڈیشن ۱۳۳۰ھ۔

ساتویں فصل:

تنبیہات وخطرات

۵۴ بیداری کا خواب:

بیداری کے خواب سے بچو، اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ تمہیں جس بات کا علم نہ ہو اس کے علم کا دعویٰ کرو، یا جس بات کا تمہیں پختہ علم نہ ہو اس میں پختگی کا دعویٰ کرو، اب اگر تم ایسا کرو گے تو یہ علم کے سامنے دبیز پردہ اور اس کی راہ میں رخنہ ہوگا۔

۵۵ ''یک بالشتہ'' ہونے سے بچو[1]:

چنانچہ کہا گیا ہے کہ: علم تین بالشت ہے، جو پہلے بالشت میں داخل ہوتا ہے تکبر کرتا ہے، اور جو دوسرے بالشت میں داخل ہوتا ہے متواضع ہو جاتا ہے، اور جو تیسرے بالشت میں داخل ہوتا ہے؛ اسے علم ہو جاتا ہے کہ وہ لاعلم ہے۔

۵۶ صلاحیت وقابلیت سے پہلے صدارت و براجمانی:

اہلیت ولیاقت سے پہلے صدارت و پیشوائی سے بچو؛ کیونکہ یہ علم و عمل کی آفت ہے۔

اور کہا گیا ہے: جو وقت سے پہلے آگے بڑھ جاتا ہے وہ اپنی رسوائی میں پڑ جاتا ہے۔

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم ص (۶۵)۔

۵۷ علمی درندگی:

اُس حرکت سے اجتناب کرو جس سے علم سے کورے لوگ تسلی حاصل کرتے ہیں، کہ ایک دو مسائل کا اچھی طرح مراجعہ کر لیتے ہیں اور جب کسی ایسی مجلس میں ہوتے ہیں جہاں کچھ قابل ذکر علماء ہوں تو وہاں ان مسئلوں کی بحث چھیڑ دیتے ہیں؛ تاکہ اپنا علم ظاہر کر سکیں! بھلا یہ کتنے بڑے شرم اور عار کی بات ہے، کم از کم اسے جاننا چاہئے کہ لوگوں کو اس کی حقیقت کا بخوبی علم ہے۔

یہ بات اور اس قسم کی دیگر باتیں میں نے اپنی کتاب ''التعالم'' میں بیان کی ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

۵۸ کاغذ سیاہ کرنا:

چونکہ تصنیف کے آٹھ مقاصد [1] میں جدت اور انوکھے پن سے خالی تالیف سے اجتناب کرنا چاہئے، جس کا آخری نقطہ ''کاغذ سیاہ کرنا'' ہے [2]، اس لئے تصنیف و تالیف کے اسباب کی تکمیل، کمال اہلیت و لیاقت، اور اپنے مشائخ کے زیر تربیت رہ کر پختہ ہونے سے پہلے تالیفی کام سے احتراز کرنا چاہئے، ورنہ آپ اس کے ذریعہ خود اپنا عیب لکھنے والے اور عار و شنار ظاہر کرنے والے ہوں گے۔

البتہ جس کے پاس تصنیف و تالیف کی لیاقت ہو، اس کے اسباب مکمل ہوں، اُسے

---

[1] یہ چیز سب سے پہلے علامہ ابن حزم نے ''نقط العروس'' میں ذکر کی ہے، علماء کے تسلسل کے ساتھ اس کے ذکر کرنے کی بابت دیکھئے: ''إضاءۃ الراموس'' (۲/ ۲۸۸)، بڑی اہم کتاب ہے۔

[2] کاغد، کاغذ کو کہتے ہیں، یہ فارسی کا لفظ ہے، اس کی تعریب کی گئی ہے۔

متعدد علوم ومعارف سے آشنائی ہو، اور وہ بحث وجستجو، مراجعہ ومطالعہ اور موسع کتابوں کو کھنگال کر، مختصرات کو از بر کرکے اور مسائل کا استحضار کرکے کہنہ مشق ہوچکا ہو؛ اس کے لئے نفع بخش تصنیف وتالیف کا مشغلہ ایک افضل عمل ہے جسے اہل فضل وکمال انجام دیتے رہے ہیں۔

اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا یہ قول نہ بھولنا:

''مَنْ صَنَّفَ، فَقَد جعلَ عقلَه عَلَى طَبَقٍ يَعْرِضُه عَلَى النَّاسِ''[1]۔

جس نے تصنیف کیا درحقیقت اس نے اپنی عقل کو ایک برتن میں رکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کردیا۔

۵۹ سابق علماء کی چوک کی بابت آپ کا موقف:

اگر آپ کو کسی عالم کی کوئی چوک مل جائے تو اُس کی تنقیص وتوہین کے لئے خوش نہ ہوں، بلکہ صرف مسئلہ کی تصحیح کے لئے خوش ہوں، کیونکہ انصاف پسند انسان کو اس بات کا تقریباً یقین ہوتا ہے کہ کوئی ایسا امام نہیں ہے جس کی کچھ غلطیاں اور اوہام نہ ہوں، بالخصوص جو اُن میں کثیر التالیف ہیں۔

اس چیز کا پروپیگنڈہ وہی کرسکتا ہے اور تنقیص کی غرض سے خوش وہی شخص ہوسکتا ہے جو متعالم (اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنے والا، نام نہاد، اور علم کا جھوٹا دعویدار) ہو''جو زکام کا علاج کرنا چاہے اور اس کے نتیجے میں کوڑھ کا مرض پیدا کردے''[2]۔

---

[1] تاریخ بغداد وذیولہ، از خطیب بغدادی وغیرہ، (۲۱/۴۱)، وسیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی، (۱۸/۲۸۱)۔

[2] معجم البلاغۃ، از امام راغب۔

ہاں! کسی امام سے ہونے والی غلطی یا چوک جو اس کے علم وفضل کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہو، پر تنبیہ کی جائے گی، لیکن اس کی تنقیص اور ناقدری کے لئے پروپیگنڈہ اور چرچہ نہیں کیا جائے گا کہ اُس جیسے اس سے دھوکہ کھا جائیں۔

⑥⓪ شبہات کا دفع[1]:

اپنے دل کو اسپنج کی طرح نہ بناؤ کہ پیش آنے والی تمام چیزیں قبول کرلے، بلکہ شبہات بھڑکانے اور اپنے آپ پر یا دوسروں پر اُسے پیش کرنے سے اجتناب کرو، کیونکہ شبہات اُچک لینے والے ہوتے ہیں جبکہ دل بہت کمزور ہیں، اور دلوں میں شبہات ڈالنے والوں کی اکثریت لکڑی ڈھونے والوں -یعنی بدعتیوں- کی ہے، لہٰذا ان سے بچ کر رہنا۔

⑥① زبان وبیان کی غلطیوں سے بچو:

بولنے اور لکھنے میں لحن (غلطی) سے بچو، کیونکہ لحن نہ کرنا عظمت، ذوق کی شفافیت اور صحیح سالم الفاظ کی بنیاد پر عمدہ معانی سے واقفیت کی علامت ہے:

چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ فَإِنَّهَا تُثَبِّتُ الْعَقْلَ وَتَزِيدُ فِي الْمُرُوءَةِ''[2]۔

عربی زبان سیکھو، کیونکہ وہ عقل کو پختہ کرتی ہے اور مروءت میں اضافہ کرتی ہے۔

اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ زبان کی غلطیوں پر اپنے بچوں کو

---

[1] مفتاح دار السعادۃ، ص (۱۵۳)۔

[2] الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/۲۵)۔

مارتے تھے[1]۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن سعید رجبی رحمہ اللہ سے بسند نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا[2]: ”میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو کہتے ہوئے سنا کہ:

”جب کوئی لحن کرنے والا لکھتا ہے اور پھر اس لحن کرنے والے سے دوسرا لحن کرنے والا نقل کرتا ہے، تو بات فارسی زبان میں ہو جاتی ہے“!۔

امام مبرد نے کیا خوب کہا ہے[3]:

النَّحْوُ يَبْسُطُ مِنْ لِسَانِ الْأَلْكَنِ ۔۔۔ وَالْمَرْءُ يُعَظِّمُهُ إِذَا لَمْ يَلْحَنِ

فَإِذَا أَرَدْتَ مِنَ الْعُلُومِ أَجَلَّهَا ۔۔۔ فَأَجَلُّهَا مِنْهَا مُقِيمُ الْأَلْسُنِ[4]

نحو لکنت والے کی زبان کھول دیتا ہے اور آدمی کو باعظمت بنا دیتا ہے بشرطیکہ وہ غلطی نہ کرے۔ لہذا اگر تمہیں سب سے جلیل القدر علم کی خواہش ہو، تو سب سے جلیل القدر علم وہ ہے جو زبانوں کی اصلاح کرنے والا ہے۔

لہذا قاسم بن مخیمرہ ہمدانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۰۰ھ) کی اس بات کا اعتبار نہ کرنا:

”تَعَلُّمُ النَّحْوِ أَوَّلُهُ شُغْلٌ وَآخِرُهُ بَغِيٌّ“۔

نحو سیکھنے کا آغاز بے سود مشغولیت ہے اور اس کا آخری حصہ ظلم ہے۔

نہ ہی بشر حافی رحمہ اللہ (وفات: ۲۲۷ھ) کی بات کا اعتبار کرنا:

---

1. الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/ ۲۸، ۲۹)۔
2. الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/ ۲۸)۔
3. الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/ ۲۸)۔
4. بعض علماء نے امام مبرد کے اشعار پر ان کا تعاقب کیا ہے، کیونکہ سب سے عظمت والا علم توحید کا علم ہے، لیکن یہاں عظمت باعتبار علم آلہ و ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم۔

کہ جب ان سے کہا گیا: آپ نحو کا علم حاصل کرلیں، تو انہوں نے کہا: میں گمراہ ہو جاؤں گا!! کہنے والے نے کہا: کہیئے: ”ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا“ (زید نے عمرو کو مارا) تو بشر حافی نے کہا: میرے بھائی! اُس نے اُسے کیوں مارا؟ انہوں نے کہا: ابو نصر! اس نے اسے حقیقت میں نہیں مارا ہے، بلکہ یہ محض ایک اصل اور بنیاد ہے جسے بنالیا گیا ہے، تو بشر حافی نے کہا: ”هَذَا أَوَّلُهُ كَذِبٌ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ“ اس کا تو آغاز ہی جھوٹ ہے، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

ان دونوں روایتوں کو خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ”اقتضاء العلم العمل“ میں نقل کیا ہے[1]۔

۶۲ فکری نقص اور ناپختگی:

فکری پختگی سے پہلے کوئی فکرہ پیش کرکے فکری نقص و ناکامی سے بچو۔

۶۳ جدید اسرائیلیات[2]:

مستشرقین؛ یہود و نصاریٰ کی پھونکوں میں موجود جدید اسرائیلیات سے بچو؛ اس لئے کہ وہ قدیم اسرائیلیات سے کہیں زیادہ تکلیف دہ اور خطرناک ہیں؛ کیونکہ قدیم کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا موقف بیان کر دینے، اور اہل علم کے اس بات کو عام کر دینے کے سبب اس کا معاملہ واضح ہو چکا ہے۔ رہا معاملہ جدید اسرائیلیات کا جو تہذیبی و تمدنی انقلاب، دنیا کی باہمی ہم آہنگی کے نتیجے میں اور اسلامی دائرے کے سمٹ جانے کے بعد اسلامی فکر میں

---

1. دیکھئے: پہلا قول ص: ۹۱، فقرہ: ۱۵۰، اور دوسرا قول ص: ۹۳، فقرہ: ۱۵۷۔
2. مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ ومکارمھا، از علال فاسی، (ص: ب)۔

در آیا ہے؛ تو وہ سراپا شر وفساد اور بار بار سر اٹھانے والی مصیبت ہے، اور بعض مسلمان اس سے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، جبکہ بعض دوسروں نے اس کے لئے باز و پست کر رکھا ہے، لہٰذا دیکھنا کہیں تم بھی اس میں نہ پڑ جانا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

۶۴ بازنطینی (فضول) بحث ومناقشہ سے احتراز کرو[1]:

یعنی بانجھ یا پژمردہ وبے فائدہ بحث ومباحثہ، چنانچہ بیزنطی لوگ فرشتوں کی جنس کے بارے میں محو گفتگو تھے جب کہ دشمن ان کے شہر کے دروازوں پر کھڑا تھا، یہاں تک کہ ان پر یکا یک حملہ آور ہو گیا۔

چنانچہ بے جا بحث وتکرار اسی طرح علم کے راستے سے روک دیتی ہے۔

جبکہ سلف کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ وہ زیادہ بحث وتکرار سے احتراز کرتے تھے، نیز ان کے یہاں اس میں توسع قلتِ ورع کی علامت تھی، جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۰ھ) جب لوگوں کو باہم بحث وتکرار کرتے ہوئے سنتے تھے تو فرماتے تھے:

”هٰؤُلَاءِ مَلُّوا الْعِبَادَةَ وَخَفَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ وَقَلَّ وَرَعُهُمْ فَتَكَلَّمُوا“.

یہ لوگ عبادت سے بیزار ہو چکے ہیں، ان کے لئے بحث وتکرار کرنا معمولی ہو گیا ہے، اور ان کا ورع کم ہو گیا ہے لہٰذا یہ فضول اور لغو باتیں کرنے لگے ہیں۔

اسے امام احمد نے ”الزهد“ (ص: ۲۲۰، فقرہ: ۱۵۴۶) میں اور امام ابو نعیم نے ”الحلية“ (۲/ ۱۵۶) میں روایت کیا ہے[2]۔

---

[1] معجم التراکیب، (ص: ۲۸۰)۔
[2] اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اسے ”فضل علم السلف علی الخلف“ (ص: ۴) میں ذکر کیا ہے۔

⑥⑤ کسی گروہ بندی یا حزبیت کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی نہیں کی جاسکتی[1]:

اہل اسلام کی اسلام اور امن وسلامتی کے سوا کوئی پہچان نہیں ہے:

لہٰذا اے طالب علم! اللہ آپ میں اور آپ کے علم میں برکت دے؛ علم بھی حاصل کرو اور عمل بھی حاصل کرو، اور سلف کے نقش قدم اور ان کے اسوہ پر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔

اور مختلف فرقوں اور ٹولیوں میں بار بار داخل ہونے اور نکلنے والے نہ بنو، ورنہ شاہراہ سلف کی کشادگی سے نکل کر تنگ دائروں میں پھنس جاؤ گے، کیونکہ اسلام پورا کا پورا آپ کے لئے راستہ اور منہج ہے، اور تمام کے تمام مسلمان ہی جماعت ہیں، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، خلاصۂ کلام اینکہ اسلام میں کوئی فرقہ بندی، گروہ بندی اور حزبیت نہیں ہے۔

اور میں آپ کے لئے اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ کہیں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مختلف فرقوں، ٹولیوں، گروہوں، باطل مذاہب اور غلو کار انتہا پسند دھڑ بندیوں کے درمیان رہزن یا مال غنیمت بن کر رہ جاؤ، اور اسی بنیاد پر دوستی و دشمنی کا فیصلہ کرنے لگو۔

لہٰذا جادۂ حق واعتدال پر رہتے ہوئے علم حاصل کرو، سلف کے نقش قدم کی پیروی کرو، سنتوں کی اتباع کرو اور اہل علم وفضل کی فضیلت وپیش روی کا حسن اعتراف کرتے ہوئے علم وبصیرت کی روشنی میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔

یقیناً جدید ڈھانچوں اور مختلف راہوں والی فرقہ واریت[2] جس کا عہد سلف میں کوئی

---

[1] دیکھئے: مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۳/ ۴۱ ۳-۴۴ ۳، ۴۱۵-۴۱۶، ۴۱۹، و ۴/ ۴۶-۱۵۴، و ۱۱/ ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۱۵، و ۳/ ۴۲ ۳، ۴۱۶-۴۲۱، اور اس کی فہرست ۳۶/ ۱۷۹-۱۸۰، و ۳۷/ ۳۸)۔

[2] راقم کی کتاب ’’حکم الانتماء‘‘ میں بہت سارے فوائد اور زوائد مذکور ہیں۔

تصور ہی نہ تھا، علم کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ اور جماعت میں تفریق کا ایک بنیادی سبب ہے، اس چیز نے اسلامی اتحاد و یگانگت کی رسی کو بہت کمزور کیا ہے، اور اس کے سبب مسلمانوں کو بہت سے مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے-ان پارٹیوں اور ٹولیوں سے بچو جن کا آج کل دور دورہ ہے اور جن کا شر وفساد ظاہر اور عیاں ہے، کیونکہ ان کی مثال پرنالوں جیسی ہے جو گندہ پانی اکٹھا کرتے ہیں پھر اسے ہر طرف پھیلا دیتے ہیں؛ سوائے اس کے جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو جائے، چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر گامزن رہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اہل عبودیت کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں[1]:

دوسری نشانی: صاحب منازل السائرین (از: أبو إسماعیل عبد اللہ بن محمد بن علی الأنصاری الہروی-وفات:۴۸۱ھ-) کا فرمان: ''وَلَمْ يُنْسَبُوا إِلَى اسْمٍ'' (کہ وہ کسی نام سے منسوب نہیں ہوتے) یعنی جو اہل طریق (صوفیاء وغیرہ فرقوں) کے خاص نام بن چکے ہیں، ان ناموں میں سے کسی نام سے مشہور نہیں ہوتے جس سے لوگوں کے درمیان معروف ہوں۔

نیز وہ کسی ایک عمل میں محدود و مقید بھی نہیں ہوتے کہ ان پر وہی نام چسپاں ہو جائے، اور دیگر اعمال کے بجائے صرف اسی عمل سے پہچانے جائیں، کیونکہ یہ عبودیت کی ایک آفت ہے، اور یہ محدود عبودیت ہے۔

رہی مطلق عبودیت؛ تو اس کا انجام دینے والا اس کے ناموں کے معانی میں سے کسی

---

[1] مدارج السالکین، (۳/ ۱۷۲)۔

خاص نام سے معروف نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ تمام ترقسموں کی عبودیت کو بلاتفریق انجام دیتا ہے۔ چنانچہ ہر عبودیت والوں کے ساتھ اس کا حصہ ہوتا ہے جس میں وہ شریک ہوتا ہے، وہ کسی رسم و اشارہ کا پابند نہیں ہوتا، نہ کسی نام اور طرز و انداز کا اور نہ ہی کسی وضع کردہ اصطلاحی راستے کا، بلکہ اگر اس سے:

- اس کے استاذ اور معلم کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!۔
- اس کی راہ کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: اتباع!۔
- اس کے لباس اور پہناوے کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: تقویٰ کا لباس!۔
- اس کے مذہب و مسلک کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: سنت کو حکم اور فیصلہ کن قرار دینا!
- اس کے مقصد و نیت کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: ﴿يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ﴾ [الکھف:۲۸] یعنی وہ اللہ کا رخ کریم (اس کی رضامندی) چاہتے ہیں۔
- اور اس کی رباط اور عبادت گاہ کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے:

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْءَاصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ﴾ [النور:۳۶-۳۷]۔

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے

غافل نہیں کرتی۔

● اس کے سلسلۂ نسب کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے:

أَبِي الإِسْلاَمُ لاَ أَبَ لِي سِوَاهُ   إذا افْتَخَرُوا بِقَيْسٍ أَوْ تَمِيمِ [1]

جب لوگ قبیلہ قیس یا تمیم پر فخر کر رہے ہیں، تو میرا باپ اسلام ہے، اس کے سوا میرا کوئی باپ نہیں۔

● اس کے کھانے پینے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے:

”مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَرْعَى الشَّجَرَ، حَتَّى تَلْقَى رَبَّهَا“ [2]۔

تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں، اور اس کا مشکیزہ ہے، پانی پر وہ خود پہنچ جائے گا۔ اور گھاس پودے چر لے گا، یہاں تک کہ اپنے مالک کو مل جائے گا۔

وَاحَسْرَتَاهْ تَقَضَّى الْعُمُرُ وَانْصَرَمَتْ
سَــــاعَاتُهُ بَيْنَ ذُلِّ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ
وَالْقَوْمُ قَدْ أَخَذُوا دَرْبَ النَّجَاةِ وَقَدْ
سَارُوا إِلَى الْمَطْلَبِ الْأَعْـلَى عَلَى مَهْلِ

ہائے افسوس! عمر بیت گئی اور اس کی گھڑیاں عاجزی و سستی کی ذلت کے درمیان ختم ہوگئیں۔ جب کہ لوگوں نے نجات کی راہ اپنائی اور موقع غنیمت جان کر اعلیٰ مقصد کی طرف

---

1. یہ نہار بن توسعہ یشکری اموی کا شعر ہے، دیکھئے: شرح المفصل از ابن یعیش، (۲/ ۹۹،شعر: ۳۲۷)۔ (مترجم)
2. بخاری: ۲۴۳۶، ومسلم: ۱۷۲۲۔ (مترجم)

چل پڑے۔

پھر فرماتے ہیں: صاحب المنازل کا فرمان: ''أُولَئِكَ ذَخَائِرُ اللَّهِ حَيْثُ كَانُوا'' (وہ جہاں بھی رہیں وہی اللہ کے خزانے ہیں) کسی بادشاہ کے ذخائز اور خزانے وہ ہوتے ہیں جو اس کے پاس پوشیدہ ہوا کرتے ہیں اور وہ اسے اپنے اہم کاموں کے لئے ذخیرہ کرتا ہے، ہر ایک کے لئے خرچ نہیں کرتا، اسی طرح آدمی کا ذخیرہ: وہ ہوتا ہے جسے وہ اپنی ضروریات اور اہم کاموں کے لئے اکٹھا کئے رہتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ چونکہ اپنے اسباب زندگی کے ساتھ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں، ان کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا، نہ یہ لوگوں سے الگ کسی خاص علامت سے ممتاز ہوتے ہیں، نہ ہی کسی سلسلے، یا مذہب و مسلک یا شیخ یا رہن سہن کی طرف منسوب ہوتے ہیں' اس لئے یہ پوشیدہ خزانوں کے درجہ میں ہیں۔

اور یہ پوری مخلوق میں آفتوں سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں کیونکہ تمام تر آفتیں رسم ورواج اور ان کی پابندیوں، وضع کردہ اصطلاحی راستوں اور نت نئے متداول حالات کے التزام کے تحت ہوتی ہیں۔

اور یہی وہ چیز ہے جس نے مخلوق کی اکثریت کو اللہ سے بیگانہ کر رکھا ہے' اور انہیں اس کا احساس وشعور بھی نہیں ہے۔

اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انہی بناوٹی راہوں کے مسافر چاہت وجستجو (اللہ سے لگاؤ) اور اللہ کی طرف چلنے والوں کی حیثیت سے معروف ہیں، حالانکہ یہ لوگ- سوائے اِکاّ دُکاّ کے- ان رسوم وقیود کی بنا پر اللہ سے کٹے ہوئے ہیں۔

بعض ائمہ سے سنت کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو انہوں نے کہا:

''سنت'' وہ ہے جس کا اس کے سوا اور کوئی نام نہیں ہے!

یعنی اہل سنت کا سنت کے علاوہ اور کوئی نام نہیں ہے جس کی طرف وہ اپنی نسبت کرتے ہوں۔

چنانچہ بعض لوگ کسی خاص لباس کی پابندی کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسرا لباس نہیں پہنتے، یا کسی خاص جگہ بیٹھنے کی پابندی کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسری جگہ نہیں بیٹھتے، کسی خاص چال چلن کا التزام کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسرے انداز سے نہیں چلتے، یا کسی خاص طرز و انداز اور شکل وصورت کا اہتمام کرتے ہیں اس سے باہر نہیں نکلتے، یا کسی خاص عبادت کا التزام کرتے ہیں اس کے علاوہ عبادت نہیں کرتے' خواہ اس سے اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو، یا کسی متعین شیخ اور استاذ سے وابستہ رہتے ہیں اُس کے علاوہ کی طرف توجہ نہیں کرتے خواہ اُس کے بالمقابل وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ قریب کیوں نہ ہو!!

لہٰذا یہ تمام لوگ اعلیٰ مقصد کی کامیابی سے محروم ہیں، ان کے لئے اس کا راستہ بند ہے، کیونکہ انہیں مختلف پابندیوں، رسم ورواج، حالات و انداز اور اصطلاحات نے خالص اتباع سنت سے قید میں کر رکھا ہے۔ وہ سنت سے کنارہ کش ہو چکے ہیں، اور ان کی منزل سنت سے حد درجہ دور ہے، چنانچہ آپ ان میں سے کسی کو دیکھیں گے کہ وہ جسمانی ورزش، خلوت اور تفریغ قلب وغیرہ کی عبادت کرتا ہے، اور طلب علم کو اپنے لئے رہزن اور ڈاکو شمار کرتا ہے، جب اس کے سامنے اللہ واسطے دوستی و اللہ واسطے دشمنی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اسے فضول، لغو اور شر و برائی شمار کرتا ہے، اور جب اپنے درمیان کسی کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے اپنے درمیان سے باہر نکال دیتے ہیں اور اسے اپنا دشمن سمجھتے ہیں، خلاصۂ کلام اینکہ یہ لوگ اللہ سے سب سے زیادہ دور ہیں گرچہ اشارہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہوں، واللہ اعلم"۔

⑥٦ اس زیور کو توڑنے والی چیزیں:

میرے بھائی! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو لغزشوں سے محفوظ رکھے- اگر آپ نے ''حلیۃ طالب العلم''، یعنی طالب علم کے زیور اور آداب کی کچھ عمدہ باتیں پڑھ لی ہیں اور اس کے بعض نواقض کو بھی جان لیا ہے، تو یہ بھی جان لیں کہ اس زیور کے ہار کے نظام کو تباہ کرنے والے عظیم ترین اسباب حسب ذیل ہیں:

① کسی کا راز فاش کرنا۔

② ایک قوم کی بات کو دوسروں تک پہنچانا۔

③ ڈینگ مارنا اور چرب زبانی کرنا۔

④ بہ کثرت ہنسی مذاق کرنا۔

⑤ دو لوگوں کی راز دارانہ گفتگو میں داخل ہونا۔

⑥ کسی سے کینہ کپٹ رکھنا۔

⑦ حسد کرنا۔

⑧ بدگمانی کرنا۔

⑨ بدعتیوں کی ہم نشینی اختیار کرنا۔

⑩ حرام امور کی طرف قدم بڑھانا۔

لہٰذا ان سے اور ان جیسے دیگر گناہوں سے اجتناب کرو، اور اپنے قدموں کو تمام حرام امور اور محارم سے دور رکھو، اب اگر آپ نے ایسا کرلیا تو (بہت اچھا، الحمدللہ) ورنہ یہ بھی جان لو کہ آپ بڑے کمزور دین والے، پھسپھسے، کھلواڑ کرنے والے، غیبت کرنے والے، اور

چغلخور قرار پائیں گے، اور ایسی صورت میں آپ ایسے طالب علم کیونکر ہو سکیں گے کہ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے اور آپ علم وعمل کی نعمت سے مالا مال ہوں؟

اللہ تعالیٰ قدم درست فرمائے، اور تمام لوگوں کو دنیا و آخرت میں تقویٰ اور نیک انجام کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

بکر بن عبد اللہ ابو زید

۲۵ / ۱۰ / ۱۴۰۸ھ

[الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات،

أخوکم فی اللہ عنایت اللہ المدنی، ممبائی: ۲ / ۴ / ۲۰۱۹ء]۔

[وتنقیح واضافہ برائے طبع دوم ۴ / مارچ ۲۰۲۳ء فللّٰہ الحمد فی الأولیٰ الآخرۃ]

ہماری اہم مطبوعات

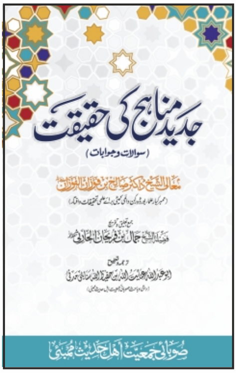

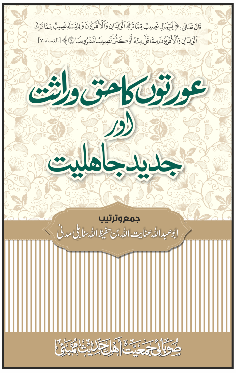

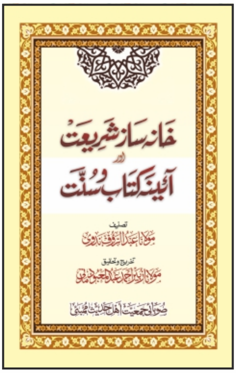

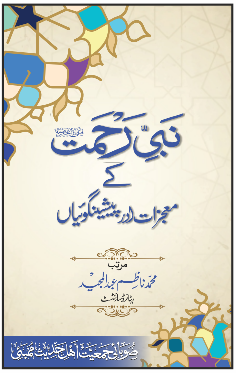

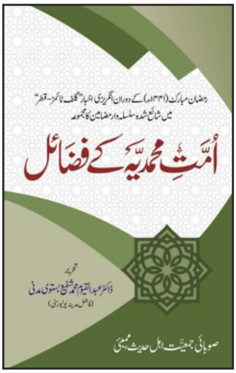

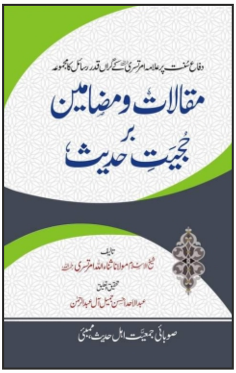

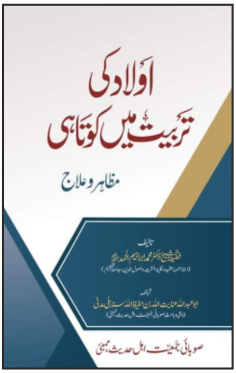

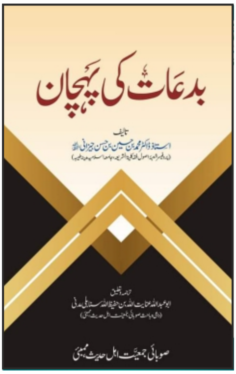

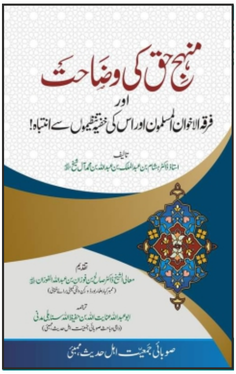

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com